مدیر ــــ سمیع الحق

اس شمارے میں

نقشِ آغاز	سمیع الحق	۲
احسان و تصوف کی حقیقت اور مقصد	مجدد الف ثانی و دیگر مشائخ	۵
حرقِ مصاحف بعہد حضرت عثمانؓ	مولانا سعید اللہ صاحب مازارہ	۹
سیدنا ابوبکرؓ اور انسانی وحی	مولانا ابراہیم فانی	۱۵
انسانیت کے نام نہاد غم خوار	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی	۲۵
نماز عشاء اور نیند کا باہمی تعلق	حکیم نور احمد صاحب	۳۰
پشتو ادب کی ایک قدیم فقہی کتاب	مولانا وحید الرحمان شاہ	۳۳
قرونِ وسطیٰ اور اسلامی کتب خانے	گل شاہ حنیف سالک	۲۹
حاصلِ مطالعہ	ادارہ	۳۹
دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز	قاضی عبدالحلیم کلاچی	۴۷

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۲۵/ روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے

بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

★

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

نظامِ زکوٰۃ کا نفاذ

۱۰ شعبان المعظم کو اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد سے صدرِ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے قوانین عشر و زکوٰۃ کے نفاذ کا اعلان کیا جسے پوری قوم نے براہِ راست سنا اور دیکھا۔ زکوٰۃ ایک فریضہ اور رکنِ اسلام ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ زور زکوٰۃ پر دیا گیا ہے، ایک اسلامی فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے لئے اسکی حیثیت ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے۔ پس بلاشبہ جو بھی حکومت یا معاشرہ اسلامی نظام کو اختیار کرے گی اس کیلئے نظامِ زکوٰۃ کا نفاذ ناگزیر ہوگا کہ نظامِ اسلامی صرف چند عبادات کا نام نہیں معاشیات بھی اور معاشرت و تمدن کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ سے اس کا تعلق ہے۔ اس جامع فطری نظام میں دین دنیا دونوں کو مربوط رکھنے کے لئے اوّلین فریضۂ حکومت عادلہ اقاموا الصلوٰۃ کے ساتھ ہی واٰتوا الزکوٰۃ قرار دیا گیا ہے اور پھر زکوٰۃ کو ایک ٹیکس اور مالیہ نہیں بلکہ اہم ترین عبادت قرار دے کر تمام عبادتی تقاضوں اور مراعات کا لحاظ بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ اپنے اندر معاشی اعتدال، ایثار و قناعت، اخلاقی تطہیر، تزکیۂ نفس کا ایک ہمہ گیر فلسفہ رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ حکومت کا نظامِ زکوٰۃ کی طرف پیش رفت ایک نہایت ہی مستحسن اور قابلِ تبریک اقدام ہے لیکن یہ اقدام جتنا کسی بھی اسلامی حکومت کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ اتنا ہی زکوٰۃ کے محاصل و مصارف میں اس کا عباداتی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکی مقرر کردہ حدود و شرائط کی رعایت کے لحاظ سے یہ ایک شدید آزمائش اور گرانبار ذمہ داری اور نازک امتحان بھی ہے۔ اور جتنا بھی یہ اقدام شرعی رعایتوں اور تقاضوں پر پورا اترے اور شریعت کے مقرر کردہ تفصیلات اور باریکیوں کی رعایت ہو اتنا ہی یہ کامیابی سے ہمکنار اور عظیم برکات و ثمرات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو کسی اسلامی معاشرہ کو اسلامی خطوط پر ڈالنے کی ہے۔ اور خلق کا رشتہ خالق سے جوڑنے کے بعد کوئی خوشحال، پرامن مضبوط اسلامی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی بناء پر سب سے پہلے اہم ترین عبادات نماز کی اقامت پر زور دیکر نظامِ معاشیات و مالیات کا رشتہ عبادات سے جوڑ دیا کہ جس مسلمان کا تعلق عبادات سے درست ہوگا، اسکی معاشرت بھی درست ہو سکے گی۔ اگر کوئی حکومت اقامۃ صلوٰۃ کو معاشرے کا انفرادی معاملہ قرار دیتی ہے۔ (جبکہ اسلام نے اقامۃ صلوٰۃ کو اسکی اوّلین اجتماعی ذمہ داری قرار

دیا ہے اور اس کے لئے ہی قوانین وضع کئے۔) مگر زکوٰۃ کو اجتماعی اور جبری ذمہ داری سمجھتی ہے، تو وہ غلطی پر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے بارہ میں صلوٰۃ و زکوٰۃ کی اس تفریق کو ختم کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ ۔ حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک اگر زکوٰۃ کو صلوٰۃ جیسا اہم نہ سمجھنے والے مستحق قتال ہو سکتے ہیں تو نماز (جو قصرِ اسلام کا عمودی ستون ہے۔) کو زکوٰۃ سے کم اہم سمجھنے والے کب ایسے وعید کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اگر زمین عبادات سے تیار اور زرخیز ہوگی اس میں معاشیات اور دنیوی معاملات بھی برگ و بار لا سکیں گے۔ ورنہ ساری عمارت ہوا پر استوار رہے گی نہ فلاحی معاشرہ تشکیل پا سکے گا۔ نہ کوئی خوشحال تمدن اور نہ کوئی کل سیدھی بیٹھ سکے گی۔

اسی وجہ سے بہت سے حلقوں نے موجودہ صورت میں زکوٰۃ وضع کرنے کے بارہ میں اس پریشانی اندیشے کا اظہار کیا ہے۔ کہ سودی کھاتوں اور اثاثوں سے ڈھائی فیصد کی شرح سے زکوٰۃ وضع کر کے حکومت نے ایک قسم کی شرحِ سود میں کمی کر دی ہے۔ اگر ساڑھے سات فیصد سود کی شرح تھی تو اب پانچ فیصد رہ گئی ہے۔ اگرچہ صدرِ محترم نے حالیہ ایک بیان میں اس اعتراض کو یہ کہہ کر رد کرنا چاہا ہے۔ کہ زکوٰۃ اصل مال سے وضع کی گئی ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اگر گیارہ سو جمع شدہ روپے سے حکومت نے ساڑھے ستائیس روپے وضع کر لئے تو ۲۵/- روپے تو اصل مال ایک ہزار کے ہو گئے۔ جسے فقہاء بھی زکوٰۃ ہی قرار دیں گے۔ مگر زائد سودی رقم ایک سو روپے کے بدلے صرف ڈھائی روپے زکوٰۃ نہ رہے گو زکوٰۃ فنڈ میں چلے جانے میں قباحت نہیں ہے بلکہ ساری سودی رقم (ایک سو روپے) بھی صدقہ ہونی چاہیئے تھی۔ بہرحال یہ ساری خرابی اور پیچیدگی اسی وجہ سے ہے کہ اسلام کے نظام زکوٰۃ اور جاہلیت کے ربوی نظام دونوں کو ایک ساتھ نباہنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے۔ اور دونوں متوازی خطوط میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

علمی و فقہی حلقوں کی طرف سے اب تک جو مزید اعتراضات اٹھائے گئے ہیں ان کا ازالہ بھی بہت جلد اور نہایت لازمی ہے۔ مثلاً (الف) مصارفِ زکوٰۃ (مدات خرچ) اسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ خود متعین فرما دیا ہے۔ مصارف و مستحقین قطعی متعین ہیں مگر حکمنامہ کی دفعہ ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تعلیمی اداروں (تنخواہوں وغیرہ) رفاہی اداروں عمارات وغیرہ کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ قطعی اور منصوص مصارف سے ہٹ کر جو بھی رقم خرچ کی جائے گی وہ زکوٰۃ میں نہیں محسوب ہو سکتی اور نہ صاحب زکوٰۃ بری الذمہ ہو سکے گا۔ (ب) نصاب زکوٰۃ بھی قطعی متعین ہے۔ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنی قیمت نقدی یا سونے یا مال تجارت کا مالک ہو یا ان سب چیزوں میں سے بعض کا مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو صرف سونا ہو تو اسکی تعداد ساڑھے سات تولے ہے۔ مگر

موجودہ شکل میں صرف ایک ہزار کی نقدی رکھنے والوں سے بھی زکوٰۃ وضع کر لی گئی ہے جبکہ اگر وہ کسی اور مالیت کا مالک نہ ہو تو صاحب نصاب نہیں کہلا سکتا۔ حال ہی میں صدر محترم نے اس اعتراض کے ازالہ میں نصاب کے مذکورہ باقی سب صورتوں کو نظر انداز کر کے صرف آخری صورت ۲/۱ ۷ تولے سونا والی شق کا ذکر کر کے غلط فہمی کا مظاہرہ کیا ہے یا مغالطہ انگیزی کا۔ (ج) حولان حول۔ یعنی اصل مقدار نصاب پر پورا ایک سال گذرنا ضروری ہے۔ اس سے زائد مقدار پر اگرچہ پورا سال نہ گذرے مگر بنیادی نصاب پر ضروری ہے۔ موجودہ صورت میں چند دن یا ایک دن قبل بھی اگر کسی نے رقم جمع کرائی تھی اور وہ اس سے قبل صاحب نصاب نہ بھی تھا۔ اس سے بھی زکوٰۃ وضع کی گئی جو عند اللہ غصب وجبایۃ تو ہے زکوٰۃ و عبادت ہرگز نہیں۔ (د) ایک مسئلہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ بنکوں کی رقوم قرض رکھی ہوتی ہیں کیا کسی مقروض کو یہ حق ہے کہ وہ صاحب مال کی اجازت کے بغیر قرض کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ یا حکومت مقروض کے مال کو جبراً قرضدار سے وصول کرے اس کے ساتھ ہی اگر بنک وغیرہ کے اثاثوں کے علاوہ صاحب مال خود مقروض ہے تو کیا حکومت نے وضع کرنے میں قرضوں سے منہا کرنے کی رعایت برتی ہے۔ جبکہ اکثر ائمہ کرام کے نزدیک قرضوں کو منہا کرنا ضروری ہے۔ (ہ) حکومت اموال باطنہ سے زکوٰۃ وضع کرنے کی مجاز نہیں کیا موجودہ بنک اور دیگر مالیاتی اثاثے اموال باطنہ میں آتے ہیں جیسا کہ فقہاء امت نے نقود کو سمجھا ہے۔ یا پھر اسے اموال ظاہرہ میں محسوب کر دینے کی گنجائش ہے۔ جیسا کہ بعض معاصر علماء و محققین کی رائے ہے۔ (و) زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور کوئی عبادت بغیر نیت ادائیگی کے ادا نہیں ہو سکتی جیسے کہ نماز، حج و روزہ۔ کیا اصحاب اموال کی لاعلمی اور ارادہ و نیت کے بغیر اچانک ان سے رقم زکوٰۃ وضع کر لینا انہیں فریضہ زکوٰۃ سے سبکدوش کر سکے گا یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر حکومت کو مالکان سے کھاتہ کھولتے وقت ایسی اجازت لینی پڑے گی کہ نیت اور ارادہ اس میں شامل ہو سکے۔ (ز) یہی حال نابالغ کے اموال سے وضع زکوٰۃ کا ہے۔ کہ دیگر ائمہ کے نزدیک شرط ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک گنجائش موجود ہے۔ (ح) میت کے ترکے یا اثاثے جو بنک وغیرہ میں پڑے ہوتے ہیں اور مالک کی وفات کے ساتھ ہی درحقیقت ورثاء کی ملکیت ہو چکے ہیں اگر تقسیم کے بعد یہ لوگ صاحب نصاب نہیں رہتے تو ایسے اکاؤنٹ یا اثاثوں سے زکوٰۃ لینا کب جائز ہوگا۔

یہی حال عشر وغیرہ کے بارہ میں فقہی قوانین اور شرعی حدود اور تقاضوں کا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ بعض جیّد اور مخلص علماء ان کے بارہ میں اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں۔

اگر حکومت ان تمام خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کر دیتی ہے۔ اور نظام زکوٰۃ کے نفاذ و تقسیم کا کام شرعی طور پر اہل اور باصلاحیت افراد کو سونپ دیتی ہے تو حکومت کا یہ اقدام نہ صرف پاکستان کی خوشحالی کا ضامن بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک روشن مثال ثابت ہو سکے گا۔ (جاری ہے)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

از مولانا عبدالرشید ابن خواجہ نور بخش نقشبندی ،بُھلن شریف

احسانؔ و تصوّفؔ کا مقصد و حقیقت

حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر اکابر کی نگاہ میں

تصوف وسلوک کا ایک اہم ترین مقصد حدیث میں مذکورہ "مرتبۂ احسان" کا حاصل کرنا ہے ۔ اور اس کے حصول کے تصحیح عقائد کے بعد شرعی اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنے کی مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے ۔

حدیث ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز ہم ایسے وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید و صاف اور بال نہایت سیاہ تھے ۔ اس شخص پر نہ تو کوئی سفر کا اثر محسوس ہوتا تھا کہ اس کو مسافر سمجھیں اور نہ ہی کوئی ہم میں سے اسے پہچانتا تھا ۔ اس لئے کہ وہ مدینہ منورہ کے باشندے بھی نہ معلوم ہوتے تھے ۔ یہاں تک کہ نووارد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گئے کہ اپنے دونوں زانوں آپؐ کے زانوؤں سے ملا دیئے ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کے (یا اپنے) زانوؤں پر رکھ لیئے اور دریافت کیا :۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے بتایئے کہ "اسلام کیا ہے ؟"

آپؐ نے فرمایا ۔ کہ زبان سے اقرار کرو اور گواہی دو اس بات کی کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ۔ اور حضرت محمدؐ اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں ۔ اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو ۔ اور بیت اللہ کا حج کرو ، اگر بیت اللہ کے سفر کی استطاعت رکھتے ہو ۔

یہ سن کر آنے والے نے کہا کہ آپؐ نے درست فرمایا ——— ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ سوال بھی کرتا ہے اور پھر تصدیق کی تائید بھی کرتا ہے (حالاں کہ سوال دلیل لاعلمی ہے اور تصدیق واقفیت اور علم سے ہوتی ہے) پھر پوچھا اچھا فرمایئے کہ " ایمان کیا ہے ؟" ——— آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم دل سے خدا کے خالق و معبود ہونے کو مانو ۔ اور ایمان لاؤ اس کے فرشتوں پر ، اس کی کتابوں پر ۔ اس کے رسولوں پر ۔ قیامت کے

دن پر۔ اور ایمان لاؤ اس پر کہ ہر چیز خواہ خیر ہو یا شر۔ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر سے ہے۔

نو وارد نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے درست فرمایا ——— اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ یہ شخص آپؐ سے سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے یہ پوچھا کہ اچھا بتائیے کہ "احسان" (عبادت کی خوب صورتی اور کمال کیا ہے؟

آپؐ نے جواب دیا اَنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تم عبادت کرو اس خشوع و خضوع کے ساتھ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ رہے ہو تو یقیناً اللہ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس پر سائل نے کہا کہ فرمایئے "قیامت کب آئے گی؟

آپؐ نے فرمایا کہ جس سے قیامت کا سوال کیا گیا ہے۔ وہ اس امر کا سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا ——— تو اس نے پھر کہا پھر اس کی علامات ہی بتا دیجئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی علامتیں یہ ہیں کہ باندیاں اپنے آقا یا اپنی مالک جنیں۔ اور تم پیادہ پا ننگے جسم رہنے والوں محتاج و مفلس بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو کہ بڑے اونچے محلات میں غرور و تکبر کے ساتھ دست درازی کرتے یا تفاخر کرتے ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نو وارد سائل چلا گیا۔ میں کچھ دیر بیٹھا رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ جانتے بھی ہو کہ یہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی خوب جاننے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبریلؑ تھے۔ تمہارے سامنے اس لئے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں (کیونکہ سوال پر میں جواب دوں گا وہ دین و شریعت ہو گا۔ اس لئے سوال سبب بن جاویں گے سیکھنے کا)

ف۔ احسان کے بارے میں حضرت حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جواب میں دو حالتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ باطنی انوار و قلبی صفائی کے ساتھ مشاہدۂ حق اس طرح پر غالب ہو کہ گویا حق تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اس کے ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ یہ دونوں حالتیں خداوند عالم کی معرفت اور خشیت کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت اس عالم میں بصارت (ظاہری آنکھوں) سے تو محال ہے، مگر سالک راہ کو بصیرت سے رویت حاصل ہوتی ہے کہ قلب پر حق تعالیٰ کی تجلّی خاص منکشف ہو۔ جس کا نام صوفیائے کرام کے ہاں مشاہدہ ہے۔ حقیقی رویت جو جنت میں ہو گی اس کو "کانک تراہ" کاف تشبیہ کے ساتھ فرمایا گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے" بانک" نہیں فرمایا۔ یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔ دوسرا مرتبہ اس سے نازل ہے جس کو صوفیائے کرام "مراقبہ" کہتے ہیں یعنی یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل اور حال کا نگراں و رقیب ہے (از ترجمہ تجرید صحیح مسلم)

حضرت سیدنا و مرشدنا شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس نقشبندیہ طریقہ کے لئے دوام حضور و دوام آگاہی ہے۔ اور۲ عقیدے صحیح اہلِ سنت و جماعت کے مطابق رکھتے ہیں۔ اور۳ سنت مطہرہ کا اتباع کرنا ہے۔ جو شخص ان تین امور میں سے کسی ایک امر کا پابند نہیں ہے وہ ہمارے طریقہ سے نکل جاتا ہے۔

اس حالت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے طبقہ میں " احسان " کہتے ہیں۔ اور حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے "شہود و مشاہدہ و یادداشت و عین الیقین" کہتے ہیں۔ (ایضاح الطریقہ صہ ۲۶)

نیز آپ نے فرمایا کہ " درویشی با خدا رہنے میں ہے۔ اس میں حسنِ اخلاق اور شریعت کی پیروی لازمی امور ہیں۔ دل کو غیر اللہ کے خیالات سے خالی رکھا جائے۔ بندے کا ظاہر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے آراستہ ہو۔ دوام حضور جسے "مرتبہِ احسان" کہتے ہیں باطن کے لئے لازم جانیں۔ (از مکتوب ۸۵)

نیز آپ نے فرمایا کہ حضرات صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کا مقصد یہ ہے۔

۱- حضرات سلف صالحین کے صحیح عقیدوں کے مطابق عقیدے درست ہو جائیں۔ اور ان عقیدوں میں قوت حاصل ہو

۲- قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ کے احکام کے مطابق اعمال بجا لانے کی توفیق میسر ہو۔ یعنی شرعی اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے بچنا میسر ہو۔

۳- اخلاقِ حسنہ صبر، قناعت، اور توکل حاصل ہوں۔ اور مقاماتِ سلوک میں سے بھی کچھ ہاتھ آ جائے۔

۴- (۴) احوالِ باطنی، دائمی توجہ الی اللہ اور حضور، جو "مرتبہ احسان" ہے، حاصل ہوں تاکہ دین کامل ہو جائے۔

۵- سب بدعات اور سب شرعی ممنوعات سے اجتناب میسر ہو تاکہ دین تباہ نہ ہو جائے۔ (از مکتوب ۵)

اس ضمن میں حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ اے سعادت مند دل ہم پر اور آپ پر جو چیز لازم ہے وہ اپنے عقائد کو کتاب (قرآن مجید) اور سنت (حدیث شریف) کے مطابق اس طرح صحیح کرنا ہے جس طرح علمائے حق نے ان صحیح عقائد کو کتاب و سنت سے اخذ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے (یاد رہے کہ ہمارا اور آپ کا کتاب و سنت سے سمجھنا۔ اگر ان بزرگوں کے فہم کے مطابق نہ ہو تو وہ اعتبار سے گرا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر "مبتدع و ضال" (بدعتی اور گمراہ) اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت سے ہی لیا ہوا سمجھتا ہے اور وہاں سے اخذ کرتا ہے۔ ان کا یہ حال ہمیں حق سے مستغنی نہیں کر سکتا۔

دوم۔ شرعی احکام کا علم۔ حلال و حرام اور فرض و واجب کے بارے میں حاصل کرنا چاہئے۔

سوم۔ اس علم کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

چہارم۔ تزکیہ و تصفیہ کا جو طریقہ حضرات صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسے اختیار کرنا چاہئے۔

جب تک عقائد کو صحیح نہ کیا جائے تب تک شرعی احکام کا علم فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں چیزیں (عقائد کا صحیح ہونا۔ شریعت کا علم حاصل ہونا اور علم پر عمل کرنا) میسر نہ ہوں۔ تب تک "تزکیہ و تصفیہ" محال ہے۔

(از مکتوب دفتر اول)

نیز آپ نے فرمایا کہ ان اعتقادی و عملی دو بازوؤں کے حاصل کرنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق نے رہنمائی فرمائی تو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مطابق سلوک طے کرے۔ اور یہ اس غرض سے نہ ہو کہ شرعی اعتقاد اور شریعت پر عمل کرنے سے بڑھ کر کوئی اور چیز حاصل ہو۔ اور کوئی نئی بات ہاتھ آ جائے۔ بلکہ سلوک کا مقصد یہ ہے کہ معتقدات کے ساتھ ایسی یقینی اور اطمینانی نسبت حاصل ہو جائے جو کسی شک والی اور شک میں ڈالنے والی چیز سے ہرگز زائل نہ ہو۔ اور شرعی اعمال کی بجا آوری میں آسانی اور سہولت حاصل کی جائے۔ اور سرکشی اور سستی جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔ شرعی احکام کی بجا آوری میں شوق اور چستی پیدا ہو۔ نیز صوفیائے کرام کے طریقہ پر سلوک کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کیا جائے۔ اور الوان (رنگوں) اور انوار کا معائنہ کریں جسمی صورتیں و شکلیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ ان سے کونسا نقصان ہو رہا ہے۔ جو ان کو چھوڑ کر، ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتیں و انوار دیکھنے کی تمنا کی جائے۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں یہ انوار اور وہ انوار سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں (از مکتوب ۲۶۶۔ دفتر اول)

حضرت سیدنا و مرشدنا علی عزیزاں رامیتنی رح نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ:

"تصوف کا مقصد روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا ہے۔ صوفیا کی چکنی چپڑی باتوں میں مشغول ہونا مقصود نہیں۔ نیز فرمایا تصوف "توڑ" اور "جوڑ" ہے۔ یعنی دل کا تعلق غیر اللہ سے توڑنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنا ہے"

اور یہی حقیقت حضرت سیدنا و مرشدنا عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول مبارک سے ظاہر ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ صوفی گودڑی پہننے، سجادہ رکھنے اور رسوم اور عادات کو اپنانے سے نہیں بنتا۔ بلکہ صوفی وہ ہے جو ان چیزوں کا پابند نہ ہو۔ بلکہ شریعت کی راہ پر گامزن ہو۔

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ایک طالب کو تحریر فرمایا ہے کہ قلبی ذکر جس کی آپ کو اجازت دی گئی ہے۔ وہ بھی شرعی احکام کے بجا لانے میں قوت دینے والا ہے۔ اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ (از مکتوب ۲۶۵۔ دفتر اول)

حضرت مولانا و مرشدنا خواجہ محمد عثمان قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے کہ آج کل کے زمانہ میں لوگ کشف و کرامت کے طالب ہیں اور انہوں نے فقیری کو کشف و کرامت پر ہی منحصر رکھا ہے۔ اس لئے وہ مقصود سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ حالانکہ فقیری تو "مرتبۂ احسان" کا حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

باقی صفحہ ۴۶ پر

مولانا سید سعید اللہ مازارہ
شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

حرق مصاحف بعہد حضرت عثمانؓ

جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ کے بارے میں جس حدیث کی روایت کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں جب قرآن مجید مصحف میں جمع کیا گیا اور اس سے مصاحف لکھے گئے تاکہ خلافت اسلامی کے مختلف اطراف کی طرف روانہ کئے جائیں۔ تو آپؓ نے ان مصاحف اور حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں جمع شدہ صحف کے ماسوا باقی تمام صحائف اور مصاحف کے جلانے کا حکم صادر فرما دیا۔[1]

یہ صحائف اور مصاحف تین قسم کی تھیں جن کے جلانے کے بغیر وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جس کے پیشِ نظر آپ کی خلافت میں قرآن کی اس جمع کی ضرورت پیش آئی تھی۔ یہ صحف اور مصاحف بالترتیب حسب ذیل ہیں

۱۔ وہ صحیفے جو وحی کے نازل ہونے کے زمانہ میں لکھے گئے تھے۔

۲۔ وہ لاتعداد صحائف اور مصاحف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے انفرادی طور پر لکھے تھے۔

۳۔ وہ مصحف جو حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں باجماع جمع کئے گئے تھے۔ چنانچہ تینوں اقسام کے صحف اور مصاحف کا جلانا ضروری تھا۔

۱۔ **صحائف عہد نزول**۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کے نازل ہونے کے ساتھ کسی کاتب سے اپنے روبرو ان کے لکھوانے کا انتظام فرمایا تھا۔ مگر نہ ہر ہر سورت کی تمام آیات مرتب طور پر نازل ہو چکی تھیں اور نہ سورتیں یکے بعد دیگرے مرتب طور پر کہ ایک سورت کے مکمل ہو جانے کے بعد دوسری سورت کا نزول شروع ہو جاتا بلکہ کئی سورتوں کا نزول بیک وقت جاری رہتا۔ جب آیات نازل ہو جاتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کاتب کو بلا کر ارشاد فرماتے۔

---

[1] صحیح بخاری ۲: ۷۴۶

ضعُوا هٰـؤلاء الآیات فی السورۃ التی یـذکر فیـها کـذا وکـذا[۱] — ان آیات کو اس سورت میں رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے۔

نیز صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر متفرق نوشتوں سے سورتوں کے آیات اپنی اپنی سورت میں مرتب طور پر اکٹھا کر دیتے۔ جیسا کہ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

کُنّا عند النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم نُؤلفُ القرآن من الرقاع[۲] — ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید رقاع (چمڑے کے ٹکڑوں) سے جمع کیا کرتے تھے

چونکہ صحابہ کرام کے حافظے قوی تھے یاد کرنے میں ان کو کسی قسم کی دشواری نہیں تھی۔ اس لئے جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سورتوں کی آیات یاد کرواتے اور جس ترتیب سے نماز میں اور نماز سے خارج آپؐ سے سنتے اسی ترتیب سے قرأت کرنے یاد کرنے اور یاد کروانے کا ان کو حکم تھا۔ اور جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی سورتوں کو حزب حزب کر کے روزانہ ایک ایک حزب کی تلاوت کے پورا کرنے کا اہتمام[۳] فرماتے اسی طرح صحابہ کرامؓ بھی قرآن مجید کو حزب حزب کر کے اس کی تلاوت فرماتے۔ صحابہ کرامؓ نے سورتوں کے طویل اور قصیر ہونے کے اعتبار سے پہلا حزب تین سورتوں کا۔ دوسرا حزب پانچ سورتوں کا۔ تیسرا حزب سات سورتوں کا۔ چوتھا حزب نو سورتوں کا۔ پانچواں حزب گیارہ سورتوں کا۔ چھٹا حزب تیرہ سورتوں کا اور ساتویں دن کا آخری حزب ق سے آخر قرآن تک ہفتہ کے سات دنوں کے لئے سات احزاب مقرر کر چکے تھے۔ چنانچہ جس طرح صحابہ کرامؓ سورتوں میں آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب طور پر پڑھ لیتے اسی طرح سورتوں کو بھی آپؐ کے طریقہ تلاوت کے مطابق حزب حزب کر کے مرتب طور پر پڑھ لیتے۔

مگر کتابت میں دشواریاں تھیں کیونکہ عرب اُمی تھے " ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم "[۴] نہ خط وکتابت عام تھی اور نہ کتابت کے اشیاء یا آسانی مہیا ہو سکتی تھیں اس لئے صحابہ کرامؓ اس پر مکلف نہیں کئے گئے

---

[۱] الحاکم: المستدرک ۲: ۲۲۱ [۲] ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ بعنوان "کتابِ قرآن مجید عہد نبوی میں" شائع شدہ ماہنامہ المعارف، ماہ فروری و مارچ ۱۹۷۰ء [۳] چنانچہ ایک دفعہ آپ نے بنو ثقیف کی وفد کو جب جلدی سے باہر تشریف نہیں لائی تو آپ نے ان کی دل جوئی کی خاطر قرآن مجید کے حزب کو پورا کرنے کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا

طَرَءَ عَلَیَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَاَرَدْتُ ان لا اَخْرُجَ حَتّٰی اَقْضِیَہُ مجھ پر قرآن مجید کا ایک حزب (منزل) طاری ہو گیا تھا (یعنی قرآن مجید کی ایک منزل پڑھنا معمول بن گیا تھا) چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ جب تک اسے تمام نہ کر لوں اس وقت تک باہر نہ نکلوں (الاتقان ۱: ۶۳) [۴] الجمعۃ ۶۲: ۲

تھے کہ جب بھی آیات نازل ہو جائیں تو ان کو اپنی اپنی سورت کی متعین جگہ میں لکھ کر ان کے نوشتے اپنے پاس رکھیں جیسا کہ ان کو مرتب طور پر قرأت کرنے کا حکم تھا۔ اس بنا پر بعض صحابہ حافظ کی قوت پر اعتماد کرتے ہوتے انساب و اشعار کی طرح قرآن مجید کو صرف یاد سے پڑھنے پر اکتفا کرتے۔ اور بعض صحابہ یاد سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ کھجور کی شاخوں کی ڈنٹھلوں یا لان کی تختیوں۔ باریک پتھروں اور چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ اشیا پر لکھتے۔

کئی سورتوں کا نزول کا بیک وقت جاری ہونے کی بنا پر[1] ایک صحابی کے پاس ایک نوشتہ ایک سورت کا اور دوسرا نوشتہ ایک سورت کا اور دوسرا نوشتہ دوسری سورت کا ہوتا تھا۔ اور ایک[2] ہی سورت کا ایک ہی حصہ ایک صحابی کے پاس ہوتا تھا۔ اور دوسرا حصہ دوسرے صحابی کے پاس۔ اسی[3] طرح کسی سورت کے نوشتے میں ان کے درمیان نئی نازل شدہ آیات کا رکھنا بھی ناممکن ہوتا۔ اس لئے جن جن حضرات صحابہؓ کے پاس نزول وحی کے وقت کی پوری پوری سورتوں کے صحف بھی اگر ہوتے تو اس میں یہ ضروری نہ تھا کہ اس کی آیات بھی اپنی اپنی سورتوں میں ان کے پاس مرتب طور پر لکھی گئی ہوں۔ نیز بعض آیات کی تلاوت[2] مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا کی بنا پر منسوخ ہو چکی تھیں جیسا کہ ہر ہر رمضان کے معارضہ[3] میں ایک حکمت یہ بتائی گئی ہے۔

تبقیۃ مالم ینسخ ورفع ما نسخ[4] — جو آیات منسوخ نہیں ہوتے ہوں وہ باقی رکھے جائیں اور جو منسوخ ہو چکی ہوں وہ مٹائی جائیں۔

اس لئے بعض صحابہ کرامؓ کی نوشتوں میں منسوخ التلاوت آیات کی بیشی بھی ہوتی تھی۔

ان وجوہات کی بنا پر صحابہ کرامؓ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں نزول وحی کے زمانہ کے لکھے ہوئے صحائف کمی بیشی کے لحاظ سے سورتوں میں آیات کی ترتیب کے لحاظ سے اور سورتوں کی آپس میں ترتیب کے لحاظ سے مختلف ہو سکتے تھے۔

---

[1] الحاکم: المستدرک ۲: ۲۲۱ [2] البقرہ ۲: ۱۰۶ [3] ہر ہر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل کو اور حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سناتے اسے معارضہ کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

اَسَرَّ اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم ان جبریل کان یُعَارِضُنِی بِالقُرآن کل سَنَۃٍ وَاَنَّہٗ عارضنی العامَ مرتین ولا اراہ اِلَّا حَضَرَ اَجَلی — صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰: ۱۹۴

[4] فتح الباری ۱۰: ۸، ۳۶۸، ۴۲۱

ان نوشتوں سے ہر ہر سورت کی آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق اپنی اپنی سورتوں میں اور سورتوں کو عرضۂ اخیرہ میں پڑھی ہوئی ترتیب کے مطابق مصحف میں تو جمع کئے گئے[1] لیکن اگر یہی نوشتے ان کے پاس چھوڑے جاتے تو مستقبل میں جب آیندہ نسلیں ان نوشتوں میں سورتوں کی آیات کی ترتیب کا اختلاف۔ سورتوں کی آپس میں ترتیب کا اختلاف اور سورتوں کی آیات میں کمی بیشی دیکھ لیتے تو ان کے درمیان افتراق کا وہ خطرہ یقینی تھا جس کے بارے میں حضرت خذیفہ بن الیمان نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا تھا۔

ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتب اختلاف الیهود والنصاری[2]　　　اس امت مسلمہ کے یہود و نصاری کی طرح کتاب اللہ میں باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے لیجئے

اس لئے آپ نے ان صحائف اور مصاحف کے جلانے کا حکم فرمایا۔

دوسری قسم وہ لاتعداد صحائف اور مصاحف جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد صحابہ کرام نے انفرادی طور پر اپنے لئے لکھے تھے۔ اس قسم میں حضرت ابن مسعودؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ علیؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابوموسی الاشعریؓ۔ حضرت حفصہؓ۔ انس بن مالکؓ۔ عمر الفاروقؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابن زبیرؓ۔ عائشہ صدیقہ رضہ سالمؓ۔ ام سلمہؓ اور عبید بن عمیرؓ کے مصاحف کا ذکر روایات میں آیا ہے[3]۔

ان حضرات کرام میں سے کسی نے بھی نہ ان مصاحف کی نشر و اشاعت چاہی تھی اور نہ ایک دوسرے کے مصحف سے مخالفت کی تھی۔ سات احرف سے نزول کی بنا پر ان کا آپس میں بعض جگہوں میں حرف کے اختلاف کی اور بعض سورتوں کی تقدیم و تاخیر کی اور بعض مصاحف میں منسوخ التلاوت آیات کے لکھنے کی وجہ سے ان مصاحف کو باقی رکھنے کی صورت میں بھی مستقبل میں امت کے افتراق کا خطرہ تھا۔ اس لئے ان کا جلانا بھی ضروری سمجھا گیا۔

تیسری قسم قرآن مجید کی تمام سورتوں کے وہ مصحف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے فوراً بعد

---

[1] جیسا کہ علامہ بغوی نے شرح السنہ میں کہا ہے۔

المصحف الذی استقر علیه الامر هو اخر العرضات علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فامر عثمان بنسخه فی المصاحف وجمع الناس علیه　　الزرکشی: البرهان فی علوم القرآن ا

یعنی وہ مصحف جس پر امت جمع ہوئی وہ آخری عرضہ کے مطابق ہے۔ حضرت عثمان نے مصاحف میں اس کے لکھنے کا حکم فرمایا اور لوگوں کو اس پر جمع کیا۔

[2] صحیح بخاری ۲: ۷۴۶، [3] ابن ابی داؤد: کتاب المصحف ۵۰ تا ۸۰

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عہدِ خلافت میں باجماعِ صحابہؓ اس طرح سے لکھے گئے تھے کہ ہر ہر سورت کی تمام آیات مرتب طور پر اپنی اپنی سورتوں میں جمع کی گئی تھیں۔ کوئی آیت ایسی نہیں رہی تھی جو اپنی سورت کی اپنی جگہ میں نہیں لکھی گئی ہو۔ سورتوں کے ان صحف میں منسوخ التلاوت آیات نہیں لکھی گئی تھیں۔

چونکہ اس جمع کا مقصد یہی تھا کہ قرآن مجید کی وہ تمام آیات اپنی اپنی سورتوں میں مرتب طور پر باجماعِ صحابہ جمع کئے جائیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوچکی تھی[1] اور جن کی کتابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب سے اپنے روبرو فرمائی تھی[2]۔ اس مقصد سے جمع نہیں کئے گئے تھے کہ اس کے مطابق مصاحف بھی لکھے جائیں۔ اس لئے اس جمع میں سورتوں کے صحف کا آپس میں ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا[3]۔ اور سات احرف سے جمع کئے گئے تھے[4]۔ اس لئے اگر یہ صحف بھی محفوظ رکھے جاتے تو اس سے بھی امت میں اختلاف کے پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کا حضرت حفصہؓ کو صحف کے واپس کرنے کے وعدہ[5] سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ان کا جلانا بھی ضروری سمجھتے۔ مگر حضرت حفصہؓ کے اصرار پر ان کو واپس کئے گئے۔ مروان بن الحکم کی دورِ حکومت میں حضرت حفصہؓ جب وفات پاگئیں تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہی صحف بھی مروان کو حوالہ کئے۔ تاکہ ان کو بھی ختم کئے جائیں[6]۔

اسی طرح قرنِ اول میں باجماعِ امت تینوں قسم کے صحائف اور مصاحف ختم کئے گئے اور امت کو قرآن مجید میں اختلاف کرنے سے بچایا گیا۔

---

[1] الزرقانی : مناہل العرفان ۱ : ۲۵۳ ۔ محمد تقی عثمانی : علوم القرآن : ۱۸۶ [2] العسقلانی : فتح الباری ۱۰ : ۳۸۹ [3] السیوطی : الاتقان ۱ : ۶۰ [4] الزرقانی : مناہل العرفان ۱ : ۲۵۴ [5] صحیح بخاری ۲ : ۷۴۶ [6] فتح الباری ۱۰ : ۳۹۰ ۔ علوم القرآن : ۱۸۷

تحریر مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لسان وحی

تاجدارِ خلافت محرمِ اسرارِ نبوت یارِ غار رسول رفیق ہجرت اول من اسلم فی الرجال امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار ۔ترمذی وازالۃ الخفاء۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تم میرے ساتھی ہو حوض (کوثر) پر اور میرے ساتھی ہو غار میں۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ چار خصائص ہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرامؓ سے ممتاز ہیں۔ آپ کو صدیق کے ساتھ ملقب کیا گیا۔ آپ کے سوا کسی کے لئے یہ لقب استعمال نہیں کیا گیا۔ آپ حضورؐ کے یار غار ہیں۔ ہجرت میں آپ کا ساتھی ہیں اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں آپ کو حضور نے مامور بالصلوٰۃ فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

ایں خانہ ہمہ آفتاب است کے مصداق آپ کے گھر کے تمام افراد اسلام اور صحبت رسول سے مشرف ہوئے تھے یہ عظیم شرف واکرام صرف آپ ہی کے لئے لوحِ تقدیر پر لکھا گیا تھا۔ جرعہ نوشانِ قلزم معرفت اور گردونِ نبوت کے نجومِ ہدایت اس تمغہ امتیاز پر رشک کنندہ تھے۔

آپ کے مناقب بکثرت ہیں صحاح ستہ اور دوسرے کتب حدیث میں آپ کی منقبت میں بہت سے احادیث مذکور ہیں۔ جن پر علماء نے مستقل تصانیف لکھے ہیں۔ ہم یہاں پر چند وہ آیاتِ قرآنی ذکر کرتے ہیں جو آپ کی شانِ صدیقیت اور مدح کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

۱۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ — اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے

الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا
سورہ توبہ پ

اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ثانی اثنین سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں جیسا کہ حدیث مذکور الصدر میں حضور فرماتے ہیں وصاحبی فی الغار کفر زار مکہ میں جب اللہ کے مٹھی بھر نام لیوا توحید کی نفوس پہ زندگی اجیرن ہو گئی۔ وحشی مزاج اور درندہ صفت مشرکین کی ایذا رسانیوں اور فتنہ سامانیوں نے نیا رخ اختیار کیا تو صحابہ کرام میں سے چند افراد نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ کفار کی ستم رانیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنگ آ چکے تھے۔ لیکن آپ ﷺ اللہ کی طرف سے اذن کے منتظر تھے۔ جب اللہ کی طرف سے آپ کو حکم ملا تو آپ نے یثرب کی جانب ہجرت کے لئے رخت سفر باندھا۔ دوران ہجرت آپ کا رفیق سفر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق تھے ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے دل سے یہ بات پسند ہے کہ میری زندگی کے سارے اعمال کا مجموعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کے برابر ہو جائے۔ رات تو وہ جس میں ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف چلے گئے تھے۔ اور غار پہ پہنچ کر عرض کیا تھا۔ آپ کو خدا کی قسم آپ پہلے اندر نہ جائیں۔ میں اول اندر داخل ہو جاؤں۔ اگر کچھ ہو گا تو مجھے دکھ پہنچائے گا۔ آپ محفوظ رہیں گے۔ اور دن وہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ تو عرب مرتد ہو گئے۔ اور کہنے لگے ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ اونٹ کی ٹانگ میں باندھنے کی ایک رسی بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے انکار کریں گے تو اس رسی کے لئے ان سے جہاد کروں گا۔

میں نے عرض کیا۔ اے خلیفہ رسول ﷺ لوگوں کو ملائے رکھئے۔ اور ان سے نرمی کا سلوک کیجئے۔ فرمایا۔ کیا تم جاہلیت میں تو بڑے قوی تھے اور اسلام میں آکر بزدل ہو گئے۔ وحی بند ہو گئی۔ دین کامل ہو گیا۔ کیا میرے جیتے جی دین میں کمی ہو سکتی ہے۔

اس آیت میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق کی صحبت رسول کی شہادت قرآن نے دی جو کہ آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ کتب فقہ و فتاویٰ اور کلام و عقائد میں مذکور ہے کہ آپ کی صحابیت کا انکار کفر ہے اس لئے کہ یہ نص قرآنی سے انحراف ہے۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں حسن بن فضل کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔ "اگر کوئی ابو بکر صدیق کو رسول اللہ کا صحابی نہ کہے تو وہ کافر ہے قرآنی صراحت کا انکار کرتا ہے"

فانزل اللہ سکینتہ علیہ — پھر اللہ نے اتاری اس پر تسکین۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے علیہ کی ضمیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔

قال علی ابی بکر یعنی حضرت ابوبکر صدیق پر۔ تاریخ الخلفاء صد ۳۳

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

ابن ابی حاتم، ابوالشیخ ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے۔ کہ علیہ کی ضمیر حضرت صدیق اکبر کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ نے اپنا اطمینان حضرت ابوبکر صدیق پر نازل فرمایا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس قول سے ابوبکر صدیق کے دل میں اطمینان پیدا ہوا" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال کنت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الغار فرایت آثار المشرکین قلت یا رسول اللہ لو ان احدھم رفع راسہ رآنا قال ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما

بخاری جلد ۳ صد ۶۷۳ کتاب التفسیر

مجھ سے ابوبکر نے بیان کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا۔ تو میں نے مشرکین کے آثار دیکھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ۔ اگر ان میں سے ایک نے سر اٹھایا تو ہمیں دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کا دو کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اللہ تیسرا ہے دو کا۔

اس تسکین منجانب اللہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد تادم واپسین آپ پر کبھی ہیبت طاری نہ ہوئی۔ عظیم مہمات آپ بڑے صبر و تحمل سے انجام دیتے۔ اور پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کا واقعہ فاجعہ پیش آیا وہ یوم صحابہ کرامؓ پر یوم التغابن سے کم نہ تھا۔ شمع رسالت کے پروانے سراسیمگی اور وارفتگی کے عالم میں حیران و ششدر پھر رہے تھے۔ کسی کا اپنی کانوں پر یقین نہ آتا تھا۔ ایک کہرام مچ گیا تھا۔ ہر شخص مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ مسجد نبوی کے باہر صحابہ کرام کا جم غفیر تھا۔ چہروں پر یاس قنوطیت غم واندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال کے وقت مقام سنخ میں تھے۔ جب واپس تشریف لائے پہلے گھوڑے سے اترے۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ کسی کے ساتھ باتیں کئے بغیر حضرت عائشہ کے مکان میں تشریف لے گئے۔ رشک قمر چہرۂ انور سے چادر اٹھایا۔ اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر رونے لگے۔ فرمایا

بابی انت وامی یا نبی اللہ لا یجمع اللہ بک موتتین اما الموتۃ التی کتب اللہ بک ذقتھا ثم لن تصیبک بعدہ موتۃ ابداً

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے نبی خدا کی قسم آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپ کے لئے مقدر تھی۔ اس کا مزہ چکھ چکے اب اس کے بعد پھر کبھی موت نہ آئے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (صدمۂ ہجر یار سے نڈھال ہوکر شمشیر بے نیام ہاتھ میں لئے عالم وارفتگی) میں لوگوں سے مخاطب تھے (اور قسم کھاکر فرمارہے تھے کہ اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ذکر کیا تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا) صدیق اکبرؓ نے عمرؓ سے فرمایا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ دہشت و حزن کی وجہ سے آپ حواس باختہ ہو گئے تھے۔ آپ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ لوگوں نے حضرت عمر کو چھوڑا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کی جانب متوجہ ہوتے۔ اس داعیہ عظیمہ کے موقع پر آپ نے جس جرأت مندی اور بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا وہ صرف انزل اللہ سکینتہ علیہ کا اثر تھا۔ آپ نے غم و اندوہ کے بحرِ بیکراں میں ڈوبے ہوئے اصحاب رسول کو یوں مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

اما بعد فمن کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - الآیۃ واللہ لکان الناس لم یکونوا یعلمون ان اللہ انزل حتی تلاھا ابوبکر فتلقاھا منہ الناس فما یسمع بشر الا یتلوھا۔

بخاری۔ کتاب الجنائز

جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو بے شک محمدؐ مر گئے اور جو شخص خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو بیشک وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں محمد نہیں سوائے رسول کے اس سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں (حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں خدا کی قسم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت سے پہلے نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ سے اس آیت کو اس طرح یاد کیا۔ کہ جس شخص کو دیکھئے اس کی تلاوت میں مشغول تھا۔

آپ کی تقریر دلپذیر سے پژمردہ دلوں میں جان آئی۔ اور تھوڑے وقفہ کے لئے غم کا بوجھ ہلکا ہوا۔ خلافت کے دوران اندرون ملک ایک طرف فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا۔ اور دوسری طرف مانعین زکوٰۃ نے یورشیں بپا کیں۔ مسیلمہ کذاب اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور جاہ و جلال کے ساتھ مقابلے پر اتر آیا۔ ان تمام فتنوں کی آپ نے بڑی متانت و سنجیدگی وقار و اطمینان سے سرکوبی کی۔ جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گزر چکا۔

۲۔ منعم علیہم کی تفسیر میں جناب باری نے آپ کو انبیا کے ساتھ متصل ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و

اور جو کوئی فرماں برداری کرے اللہ کی اور رسول کی تو ایسے لوگ ہوں گے ساتھ میں ان کے جن پر انعا

والصدیقین والشہداء والصالحین

(سورہ نساء پ۵)

ہے اللہ نے نبیوں صدیقوں اور شہیدوں اور پرہیزگاروں کے۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا امام شعبی کا قول کہ امت میں کسی کو صدیق کا لقب نہیں دیا گیا ہے سوائے حضرت ابوبکر صدیق کے۔ صاحب تفسیر مواہب الرحمن فرماتے ہیں "بعض نے نبیین سے خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین سے خاص حضرت ابوبکر صدیق مراد لیا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ہمیشہ ہر زمانہ میں جو پیغمبر ہوا اس کی امت میں صدیقین ہوتے ہیں۔ اور جیسے انبیاء علیہم السلام میں مراتب ہیں۔ اس طرح صدیقین میں مراتب ہیں۔ اور سب سے افضل انبیاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو سب صدیقین سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اس لئے بعض نے تخصیص سے تفسیر کی مشہور مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں آیت مذکورہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

واجمع المسلمون علی تسمیۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقاً کما اجمعوا علی تسمیۃ محمد علیہ السلام رسولاً۔

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق صدیق سے مسمی ہیں جیسا کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت رسول سے موسوم ہیں۔

الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۷۳

۳۔ سورۃ واللیل میں ارشاد قدسی ہے۔

ان سعیکم لشتی. فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری

پ۳۰

یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے تو جو شخص دیتا رہے گا اور ڈرتا رہے گا۔ اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا تو ہم بھی اس کے لئے آسانی پیدا کریں گے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں اور علامہ واحدی نے اسباب النزول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ روایت نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے دس اوقیہ (چار سو درہم) اور ایک چادر کے عوض خرید کر اللہ کے واسطے آزاد کر دیا۔ تو اللہ جل شانہٗ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکے میں لوگوں کو اسلام لانے پر آزاد کیا کرتے تھے جتنی کہ بڑھیا عورتوں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔ اس پر ایک مرتبہ ان کے والد ابوقحافہ جو کہ اب تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، نے کہا۔ کہ بیٹا تم جوان کمزور ہستیوں کو آزاد کرتے ہو اس سے یہ اچھا ہے کہ تم نوجوان طاقت والوں کو آزاد کراؤ تاکہ وقت پر وہ تمہارے کام آئیں۔ تمہاری مدد کریں۔ اور دشمنوں سے لڑیں۔ تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ ابا جی میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں۔

میں تو چاہتا ہوں جو اللہ کے یہاں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھ سے میرے گھر والوں میں سے بعض نے کہا کہ یہ آیت فاما من اعطیٰ اس بارے میں نازل ہوئی۔ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات مسلمانوں کو آزاد فرمایا جن کو کفار طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے اس پر اللہ نے آیات مذکورہ نازل فرمائیں۔

۴۔ وسیجنبها الاتقیٰ — اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو پرہیز گار ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اتقیٰ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۸۸ و تاریخ الخلفاء۔

علامہ ابن کثیر اور علامہ واحدی نے بھی یہی معنی مختار کیا ہے۔

۵۔ وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ — کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ بلکہ صرف پروردگار بزرگ و بلند کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔

یہ آیت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالت شان عند اللہ پر دلالت کرتی ہے۔ تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری، تفسیر مواہب الرحمٰن اور اسباب النزول میں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ تفسیر مظہری و قرطبی میں اس روایت کو ان آیات کی شان نزول میں بیان کیا گیا ہے۔

سعید بن المسیب تابعی کبیر نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے بلال کا دکھ بیان کیا اور حضرت صدیق وہاں گئے اور امیہ بن خلف سے گفتگو ہوئی۔ ابوبکر نے اس کو فرمایا۔ تو اس کو فروخت کرتا ہے وہ راضی ہو گیا مگر اس شرط پر کہ آپ اس کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس مع مال کے دیجئے۔

قسطاس حضرت ابوبکر صدیق کا غلام تھا۔ دس ہزار نقد لونڈی غلام اور جانور رکھتا تھا۔ وہ مشرک تھا۔ حضرت ابوبکر نے اس سے پہلے بارہا قسطاس کو اسلام پر آمادہ کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ بھی تجھے دیدوں گا۔ اگر تو دین حق قبول کرے۔ اس نے انکار کیا (حضرت ابوبکر صدیق نے اس کا یہ شرط جو کہ اس کے نزدیک محال تھا قبول کر لیا) اور اس کو بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے فروخت کیا۔ تو مشرکوں نے یہ بات مشہور کی کہ حضرت بلال کا حضرت ابوبکر صدیق پر کچھ احسان تھا (اس کے بدلے اس نے اس کو خرید لیا اور آزاد کر دیا) اس پر یہ آیتیں اللہ نے نازل فرمائیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے لے کر آخر تک یہ آیتیں مدحت صدیقی کی آئینہ دار ہیں اور حافظ ابن کثیر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں "اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں ابوبکر صدیق کے بارے میں اتری ہیں

۔یہاں تک کہ بعض مفسرین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھ چڑھ کر آپ ہی تھے۔ آپ پرہیز گار تھے۔ صدیق تھے سخی تھے اپنے اموال کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کر دیتے تھے۔"

تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۷۰۔ اردو

یہی وجہ ہے کہ بارگاہِ نبوی سے ارشاد ہوا۔

ما نفعنی مالُ احدٍ قطُّ ما نفعنی مال ابی بکر یعنی ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہ ہوا۔ بخاری جلد ا کتاب المناقب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ اور ہمارے سردار (بلال رض) کو آزاد کر دیا۔

خلیفہ رابع اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور ص نے فرمایا۔ اللہ حضرت ابوبکر صدیق پر رحم کرے اپنی بیٹی (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کا عقدِ نکاح مجھ سے کیا۔ مجھ کو دارِ ہجرت لے گیا یعنی دورانِ ہجرت میرا رفیق سفر تھا۔ اور حضرت بلال کو اپنے مال سے آزاد کر دیا۔

۶۔ ۶ ھ میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے دوران افک کا جگر سوز اور دلخراش واقعہ پیش آیا۔ منافقین فتنہ پردازی کے لئے ہر وقت تاک میں رہتے۔ انہوں نے اس واقعہ ہائلہ کو غیر معمولی شہرت دی اور نہایت گھٹیا انداز میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دامن عصمت کو داغدار بنانے کی سعی نامسعود کی۔ بظاہر یہ بہت دل آزار اور خونچکاں واقعہ تھا۔ لیکن باطنہ فیہ الرحمہ وظاہرہ من قبلہ العذاب کے مصداق اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت پوشیدہ تھی۔ یہی واقعہ سورہ نور کے نزول کا سبب بنا۔ منافقین کی غلط پروپیگنڈے سے بعض مسلمانوں کی دلوں میں بھی شبہات پیدا ہوئے۔ چنانچہ شاہ معین الدین احمد ندوی صاحب رقم طراز ہیں۔

چنانچہ انہوں نے بھی اس افترا میں منافقین کی تائید کی۔ سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ تھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق کا پروردہ نعمت اور عزیز مسطح بن اثاثہ جس کے وہ اب تک متکفل تھے۔ اس سازش میں افترا پردازوں کا ہم آہنگ تھا۔ عزت و آبرو انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق کے لئے نہایت روح فرسا آزمائش تھی۔ لیکن خدائے پاک نے بہت جلد اس سے نجات دے دی۔ اور وحی الٰہی نے اس شرمناک بہتان کی اس طرح قلعی کھول دی۔

ان الذین جآءو بالافک عصبة منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل هو خیر لکم الایۃ

جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی وہ تمہاری جماعت میں سے ہیں۔ اس کو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو

سورہ نور پ۱۸ بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے۔

حضرت ابوبکر اس برأت کے بعد مسطح بن اثاثہ کی کفالت سے دست بردار ہو گئے۔ فرمایا خدا کی قسم اس فتنہ پردازی کے بعد اس کی کفالت نہیں کر سکتا۔ لیکن جب یہ آیتیں نازل ہوئیں

ولا یأتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا	تم میں بڑے اور صاحب مقدرت لوگ رشتہ داروں
اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ	مساکین اور مہاجرین کو مدد نہ دینے کی قسم کھائیں اور
ولیعفوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور	چاہیے کہ (ان کے قصور) معاف کریں اور ان سے
الرحیم۔	درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے
سورۂ نور	اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔

تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے اور قسم کھائی کہ میں ہمیشہ اس کا کفیل رہوں گا۔ خلفائے راشدین صد ۳۲

۷۔ صدیقی انفاق فی سبیل اللہ اور قرآنی اعزاز ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فرماتے ہیں

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل	تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں
اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من	خرچ کیا اور وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں
بعد وقاتلوا	ہو سکتے۔ بلکہ یہ ان لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں۔
سورۃ حدید پ۲۷	جنہوں نے بعد فتح مکہ خرچ کیا اور لڑے۔

علامہ واحدی بروایت کلبی فرماتے ہیں

ان ھذہ الایۃ نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ — یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اسباب النزول ص۳۰۳

۸۔ محبوب محبوب خدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسرار نبوت کے امین تھے۔ دربار رسالت میں آپ کو خصوصی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ رفیقان غار اکثر تنہائی میں اہم امور کے متعلق سرگوشیاں کرتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات رات بھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین صد ۷۱

اللہ کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے۔

وشاورھم فی الامر پ۴ آل عمران — ان سے مشورہ سے کام لیں

حافظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء بحوالہ حاکم حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے قال نزلت فی ابی بکر

وعمرؓ۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر نے بحوالہ بالا یہی روایت نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں کلبی کی روایت بھی نقل کی ہے

عن ابن عباس قال نزلت فی ابی بکر وعمر وکانا حواریی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووزیریہ وابوی مسلمین

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ دونوں حضرات حضورؐ کے خاص صحابی اور مسلمانوں کے مربی تھے۔

مشہور مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے بحوالہ امام احمد (عبدالرحمن بن غنم سے) یہ روایت نقل کی ہے۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرین رضی اللہ عنہما لو اجتمعتما علی مشورۃ ما خالفتکما

حضورؐ نے حضرات شیخین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں اس کے خلاف نہ کروں (حافظ ابن کثیر نے بھی یہی روایت بحوالہ امام احمد ذکر کی ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

خبر عدم مخالفتہما لو اجتمعتا علی الاشارۃ الی رفعۃ قدرہما وعلو شانہما وان اجتماعہما علی امر لا یکون الا موافقا لما عند اللہ

روح المعانی ج ۴

حضرات شیخین کے رائے سے عدم مخالفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جلالت شان اور علو مرتبت کی دلیل ہے کیونکہ ان کا اجتماع کسی چیز پر اللہ کے حکم کے موافق ہوتا ہے۔

اگر آپ کو کوئی اہم کام پیش آتا۔ یا خلافت کے امور میں کسی مہم کی ضرورت ہوتی تو آپ اجلہ صحابہ کرام اور دیگر اصحاب رائے سے مشورہ لیتے۔ چنانچہ ابن سعد کی روایت ہے۔

ان ابا بکر صدیق کان اذا نزل بہ امر یرید فیہ مشاورۃ اہل الرائے واہل الفقہ ودعا رجالا من المہاجرین والانصار دعا عمر وعثمان وعلیا وعبد الرحمان بن عوف ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت کل ہولاء یفتی فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ

جب کوئی امر پیش آتا تھا تو حضرت صدیق اہل الرائے وفقہائے صحابہ سے مشورہ لیتے تھے اور مہاجرین و انصار میں سے چند ممتاز لوگ یعنی حضرت عمر عثمان علی عبدالرحمن بن عوف معاذ بن جبل ابی بن کعب اور زید بن ثابت کو بلاتے تھے یہ سب حضرات حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں فتوے دیتے تھے۔

طبقات ابن سعد بحوالہ خلفائے راشدین ص ۵۷

شاہ معین احمد ندوی صاحب لکھتے ہیں۔ دارمی میں ہے۔

کان ابوبکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینھم تقضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ذالک الامر سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسأل المسلمین۔

حضرت ابوبکر کی عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش آتا تو پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے۔ اگر امر متنازعہ فیہ کے متعلق اس میں کوئی حکم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ سنّت رسول کی طرف رجوع کرتے اور جب اس سے بھی مطلب براری نہ ہوتی تو مسلمانوں سے سوال کرتے۔ خلفائے راشدین صہ۸۰

۹- جب یہ آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی تو حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔

قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ما اعطاك اللہ تعالیٰ من خیر الا اشرکنا فیہ فنزلت ھوالذی یصلی علیکم وملئکتہ

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر خیر میں ہم کو آپ کے ساتھ شریک کیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ہو الذی یصلی علیکم۔ تاریخ الخلفاء واسباب النزول

۱۰- ولمن خاف مقام ربہ جنتان پ۲۷ سورہ رحمٰن

اور جو کوئی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنت ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اور حافظ جلال الدین سیوطی بروایت ابن شوذب فرماتے ہیں کہ

نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ - یہ آیت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

والاية على ما روى عن ابی زبیر وابن شوذب نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ

ابن زبیر اور ابن شوذب کی روایت کے مطابق یہ آیت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس کے بعد آپ نے عطا خراسانی سے روایت نقل کی ہے۔

عن عطاء ان ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر یوما وفکر فی القیامۃ والموازین والجنۃ والنار وصفوف الملئکۃ وطی السموٰت ونسف الجبال وتکویر الشمس وانتثار الکواکب فقال وددت انی کنت خضراً من ھذہ الخضر تاتی علی بہیمۃ فتاکلنی وانی لم اخلق فنزلت ولمن خاف مقام ربہ جنتان روح المعانی ج۲۷

حضرت عطا خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق یوم قیامت میزان جنت جہنم ملائکہ کی صفوں آسمانوں کے لپیٹنے پہاڑوں کی اڑا دئے جانے سورج کے بے نور ہو جانے ستاروں کی جھڑ جانے کے بارے میں فکرمند تھے۔ پھر فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں سبز چارہ ہوتا اور جانور مجھے کھا جاتے اور میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ولمن خاف

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ۔ ملک عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ مکرمہ

یہ انسانیت کے نام نہاد غم خوار

یورپ اور امریکہ میں بسنے والی سفید اقوام کو اصرار ہے کہ ان کو انسانیت کا ہمدرد اور انسانوں کا غم خوار سمجھا جائے ۔ انسان تو انسان ہیں ان نرم دل، نرم خو اور شریف النفس افراد کو ان جانوروں پر بھی رحم آتا ہے جن پر زیادتی کی جائے ۔ ایک بین الاقوامی تنظیم انہوں نے اسی نام پر قائم کی ہے ۔ کہ کوئی بے زبان جانوروں کو گزند نہ پہنچائے ۱۹۶۷ء میں جب روس نے خلا میں "مصنوعی چاند" کا تجربہ کیا اس میں یہ تجربہ کرنے کے لئے کہ جان دار مخلوق کتنی دیر زندہ رہ سکتی ہے ایک کتیا پہلے بھیجی تھی جس کا نام انہوں نے لائکہ رکھا تھا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسی حقوق حیوان کی تنظیم کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا تھا ۔

اسلام سے ان رحم دل افراد کو اسی لئے نفرت ہے کہ یہ اور اس کے پیرو اس زمانہ میں بھی امن و امان قائم رکھنے کے لئے چور کا ہاتھ کاٹنا حکم خداوندی سمجھتے ہیں ۔ نسلِ انسانی کو مسخ کرنے والے جرائم (زنا) پر حد جاری کرنے کو کہتے ہیں ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ قاتل کو قتل کر دو اس سے دوسرے بے گناہ افراد کی جان بچے گی ۔ اور ہزاروں کو پُر امن زندگی گذارنے کا موقع ملے گا ۔ یورپ و امریکہ کی ان سفید اقوام کے پیچھے پیچھے، یا آگے آگے مشرقی ممالک کے یہودی بھی ہیں ۔

پیچھے پیچھے اس لئے کہ اقتدار رکھنے والے حکمرانوں کے یہ وکیل اور ایجنٹ ہیں ۔ اور آگے آگے اس لئے کہ پروپیگنڈہ کے وسائل ان کی تحویل میں ہیں ۔ ان کو ایک شوشہ مل جائے پھر دیکھئے اس سے کتنے دفتر تیار کر دیتے ہیں ۔ ایک رائی مل جائے اس سے پربت بنا لیں ۔ اور کچھ نہ ملے جب بھی یہ اتنے چابک دست ہیں کہ روشنی کے منارے کو کال کوٹھڑی ثابت کر سکتے ہیں، جگ مگانے والے سورج کو اپنے دل سے زیادہ تاریک دکھا سکتے ہیں ۔

آیئے آج ذرا قریب آکر ان کی رحم دلی کی حقیقت کا ایک ہلکا اور بالکل سرسری جائزہ لیا جائے ۔ ان کے چہرے پر جو تہذیب و ثقافت کی گہری نقاب پڑی ہے ۔ ذرا نارسیح کی انگلیوں سے اس کو سرکھائیے اور دیکھئے یہ رحم دل، رحم پرور، رحم کے قاری کون ہیں ۔

یہ ۱۶۱۹ء کا واقعہ ہے ۔

راوی لکھتا ہے، راوی بھی کون ؟ میرا نہیں، ان کا، اور خاص الخاص ان کی گوروں کا پلا - ابراہام لنکولن (امریکہ کا صدر جس کو ۱۸۶۵ء میں کسی نے ہلاک کر دیا تھا) کا سوانح نگار بیرا بامی جورج۔

بلجیم کے بحری بیڑے کا ایک جہاز جس وقت جیمس ٹاؤن (JAMES TOWN) کے ساحل پر آ کر لنگر انداز ہوا تو معلوم ہوا کہ جہاز کے لئے رسد وخوراک کا سامان ختم ہو چکا ہے۔ کپتانوں کے لئے شراب کی بوتلیں بھی باقی نہیں ہیں۔ دوسری طرف زر مبادلہ کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔ اہل شہر سے جا کر جہاز رانوں نے کہا کہ تم ہمیں شراب فراہم کر دو ہم اس کے بدلے ایک کارآمد چیز دیتے ہیں۔

یہ کارآمد مال افریقہ کے سیاہ فام انسان تھے جنہیں سر سے لے کر پاؤں تک لوہے کی جالیوں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا بیس انسانی وجود کا سودا ہوا۔ جہاز کے عملے کو چند بوتلیں شراب کی مل گئیں۔ یہ امریکہ میں غلاموں کی خرید وفروخت کی ابتدا تھی۔ انیسویں صدی کے وسط تک اس صنعت میں جو ترقی ہوئی ان کا حال راوی لکھتا ہے ۔

افریقہ کے براعظم سے مرد، عورتیں بچے اس طرح لائے جاتے جس طرح جنگلوں سے بھیڑ اور لومڑیاں لائی جائیں۔ ان پہ طب کے تجربات کئے جاتے تھے۔ ایک تندرست اور زندہ انسان کا گردہ کیسا ہوتا ہے۔ یہ دیکھنا ہو تو ایک افریقی کو کھڑے کھڑے چیر دیا جاتا۔

ضرورت تھی کہ سمندر سے گھڑیال کو زندہ پکڑا جائے۔ بحری شکار کے کانٹے میں افریقی انسان کا نوزائیدہ بچہ زندہ حالت میں پھنسا کر سمندر میں ڈال جاتا جس سے اچھے قسم کی مچھلیاں اور گھڑیال شکار ہوتے ۔

کاغذ کی جگہ انسان کی کھال کو استعمال کیا جاتے تو کیسا رہے گا؟ یہ بات ذہن میں آتے ہی چند افریقی باشندوں کی کھال کھینچ لی گئی ان کو خشک کیا گیا۔ ان پر دستاویز تیار ہوئیں۔ جو آج بھی ہارورڈ یونیورسٹی کی پبلک لائبریری میں موجود ہیں۔

زہر کے اثرات انسانی جسم پر کس طرح مرتب ہوتے ہیں۔ کس زہر سے کتنی دیر میں ایک آدمی مرتا ہے۔ اس کا تجربہ انہی افریقی غلاموں پر کیا گیا۔

سانپ کتنی قسم کے ہیں۔ اور کس سانپ کے کاٹے کا علاج ہے اور کس کا نہیں۔ اس کا تجربہ بارہا انہی سیاہ فام انسانوں پر کیا جاتا رہا۔

یہ تو افریقہ کے براعظم سے پکڑے ہوئے انسانوں پر ان "رحم دل اقوام" کا برتاؤ تھا اور صدی ڈیڑھ صدی پہلے کی کہانی ہے۔ اس صدی کے شروع میں جب دانش وران فرنگ ملایو۔ سومطرہ (موجودہ مالئیشیا) پر قابض تھے، اس قوم کی دولت خام ربر پر قابض تھے۔ ان میں اگر کوئی شخص (اپنی قومی ملکیت میں سے) ربر چیر لیتا تو اس کی سزا موت تھی۔ یہاں تک کہ صرف ربر کے لئے اہل وطن کو سرعام پھانسی دی گئی ہے۔

اور آخر میں ان آگے آگے چلنے والے اور پیچھے پیچھے بھاگنے والے یہودی رحم دلوں کا حال سنئے :۔

۱۹۴۸ء میں حیفا کے فوجی اڈے پر یہودی جرنلس اور کیپٹینس جمع ہیں۔ شراب اور جوئے کا دور چل رہا ہے۔ ایک منچلے جرنیل کو ایک انوکھی تفریح اور نئے قسم کے جوئے کی قسم سوجھتی ہے۔

عرب قیدیوں میں سے تین حاملہ عورتیں لائی جاتی ہیں۔ فوجی حکام شرط بدتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اس عورت کے شکم میں جو بچہ ہے وہ نر ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں یہ مادہ ہے۔ اچھا شرط ہو جائے۔ پانچ پانچ ڈالر کی۔ سنگین کی نوک سے اس کا پیٹ چیرا جاتا ہے۔ شرط جیتنے والا پانچ ڈالر لیتا ہے۔ قہقہہ گونجتا ہے۔ پھر دوسری عورت لائی جاتی ہے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ تیسری عورت کی جب باری آتی ہے تو یہ بہادر جرنیل فرماتے ہیں ابھی اس کا بچہ اتنا تیار نہیں ہوا ہوگا کہ نر اور مادہ کا پتہ چل سکے۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں تو اسی پہ شرط ہو جائے کہ اس نوعمر لڑکی کا حمل کتنا پرورش پا چکا ہے۔

شاید ان تصویروں کے بعد انسانوں کے غم خوار اور انسانیت کے ہمدرد اور جانوروں تک پر رحم کھانے والے افراد کا اصلی روپ پہچاننے میں آپ کو دیر نہیں لگی ہوگی۔ ان کے یہ حلیے دیکھتے اور ان کی جرأت دیکھئے کہ اسلام کے نظام قصاص پر معترض ہیں کہتے ہیں کہ اسلام نے غلام نہیں غلامی کی پرورش کی۔ اس ادارہ INSTITUTION کو باقی رکھا۔ لہذا بڑا ظالم مذہب ہے۔

ہاں کتنا ظالم! جو غلام اور آقا کے لئے ایک ہی لفظ 'مولی' تجویز کرے! کتنا ظالم کہ جس کا خلیفہ اور امیر (عمر فاروقؓ) بلال حبشیؓ کو 'سیدنا' کہہ کر مخاطب کرے۔ کتنا ظالم کہ عبادت میں غلام و آقا کو شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا حکم دے۔ کتنا ظالم کہ غلام بنانے کے تمام راستے (سوائے جہاد کے) مسدود کر دے۔ اور آزاد کرنے کے ان گنت طریقے سکھائے۔

بھلا اس کا مقابلہ ان سترھویں صدی اور بیسویں صدی کے مہذب مذاہب سے کیا جا سکتا ہے؟

کتاب و سنت لازم و ملزوم ہیں | جن لوگوں کی نظر ملل و نحل اور علم کلام و عقائد اور تاریخ فرق پر ہے۔ وہ آسانی سے اس بات کو مان لیں گے کہ اسلام میں جتنے بدعتی فرقے پیدا ہوئے وہ وہی ہیں جنہوں نے کتاب کو سنت سے یا سنت کو کتاب سے الگ کرنا چاہا۔ خوارج نے کتاب کو مانا اور سنت سے انحراف کیا۔ اور ان کے مقابل کے فرقے نے کتاب کو محرّف بتا کر چھوڑا۔ اور صرف اپنے ائمہ کی سنت اور پیروی کا دعوی کیا۔ اسی طرح معتزلہ نے قرآن کو بتاویل تسلیم کیا اور احادیث سے اعراض کیا۔ اور راہ راست سے دور ہوئے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ تعارف بر تدوین حدیث ص۲

Adarts CAR-3/79
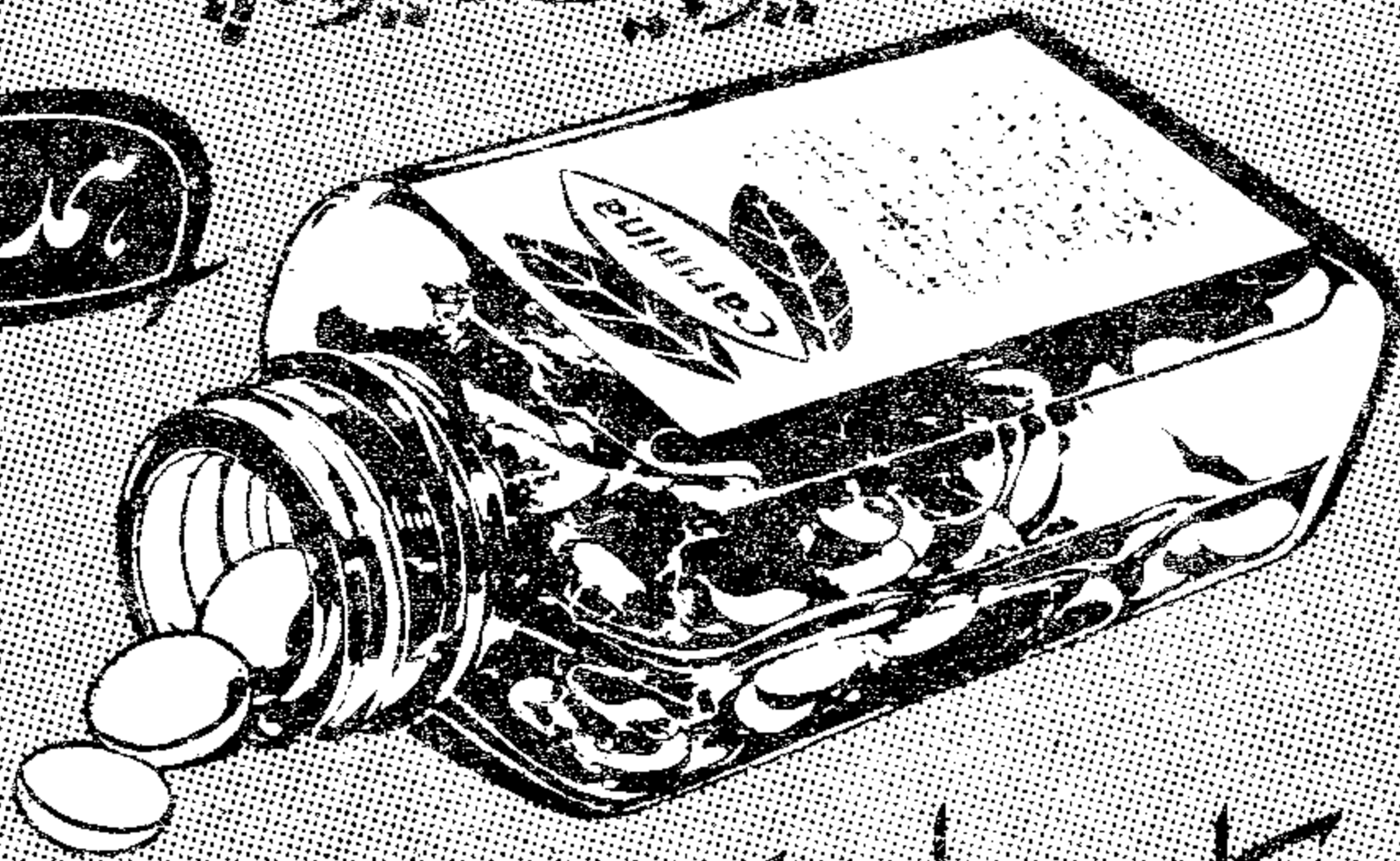
زبدۃ الحکما حکیم نور احمد صاحب
صدر طبی کمیٹی لاہور

طبِ وصحت

عشا کی نماز پڑھنے سے عمدہ صحت اور گہری نیند حاصل کریں

قدرت نے ہمارے جسم میں ایسی مشینیں اور فیکٹریاں لگا دی ہیں جو اس ڈھانچے کو حرکت دینی اور کاروباری دوڑ دھوپ کے لئے تیار کرتی رہتی ہیں۔ اطبا کی تحقیق کے مطابق ہمارے جسم میں خون کے آنے جانے سے زندگی حاصل ہوتی ہے جس حصے سے کوئی کام کرانا ہوتا ہے وہاں خون کی گردش بڑھا دی جاتی ہے۔ جب غذا ہمارے معدے میں داخل ہو جاتی ہے تو اس کے توڑ پھوڑ اور ہضم کرنے کے لئے ترشے (تیزاب) خمرے اور کھاری ہاضم جوہر اس کے ساتھ ملنے ضروری ہوتے ہیں۔ اس ہضم کے فعل کو جاری رکھنے کے لئے دل معدہ کی طرف وافر خون بھیج دیتا ہے تاکہ وہ غذاؤں کو پیسنے اور بدن میں جذب ہونے کے قابل بنانے کے لئے معدہ اور بالائی آنتوں کی مدد کرتا رہے۔ ہم محنت مشقت کرتے سکیمیں اور منصوبہ جات بناتے۔ دفتری کام کرتے اور گاہکوں سے باتیں کرتے کرتے کیوں تھک جاتے ہیں۔ حرکت کرنے اور ہلنے جلنے سے ہمارے بدن کے خلیات برابر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ جب یہ خلیات جو ٹوٹ کر ناکارہ اور زندگی بخش اثرات کھو بیٹھتے ہیں۔ تو ہمارے اعضا اور اعصاب پر ایک قسم کا بوجھ اور تنگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی حالت اور کیفیت کو ہم اعصابی تناؤ اور تکان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس بوجھ، تناؤ اور پست ہمتی کو دور کرنے کے لئے ہمارا دل دماغ کی طرف زیادہ مقدار میں خون روانہ کر دیتا ہے۔ دماغ میں خون کی زائد آمد سے اونگھ اور نیند آنے لگتی ہے۔

دنیا جہان کے سب سے بڑے روحانی اور جسمانی طبیب رسول عربی خاتم الانبیاءؐ جناب مائی آمنہ کے لال ہیں اس کملی پوش رسولؐ نے ہمارے لئے عشاء کی نماز میں سترہ رکعتیں نماز پڑھنے کی سنت مبارکہ جاری فرما دی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہلکا قیلولہ کر کے ہم اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس چار یا پانچ گھنٹے کی محنت مشقت بدنی حصوں کو حرکت دینے۔ سوچنے سمجھنے اور گفتگو کرنے سے ہمارے بدن کے لاکھوں خُلیات (کیسے سیلز) ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ اور ہمارے اندرونی کارخانے کے لئے بوجھ اور سڑاند دھ بن جاتے ہیں۔ اس عصبی کمزوری

اینٹھن ۔ کھچاؤ اور تھکن کو دور کرنے کے لئے اس مدنی آقا نے سب سے لمبی عشا کی نماز خدا کے حکم سے ہمیں برسوں پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی سنت مبارکہ جاری فرما دی ۔ رات کے وقت سات آٹھ گھنٹے آرام کر چکنے کے بعد صبح کے وقت ہم سب سے زیادہ تازہ دم ہوتے ہیں ۔ خدائی حکم کے تحت تاجدار مدینہ نے صرف چار رکعت نماز پڑھ کر ہمیں اپنے مختلف اعضا میں چستی اور پھرتی کی برقی لہریں کاروباری دوڑ دھوپ کے لئے سمونے کی راہ نمائی فرما دی ۔ شام سے رات تک ہمارے بدن کی کافی ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہے ۔ ان ٹوٹے پھوٹے خلیات کے بدن کے اعصاب اور خونی رگوں کے ارد گرد جمع ہو جانے سے تعفن گھٹن اور حبس کی کیفیت رونما ہو جاتی ہے ۔ اس اداس کرنے والی حالت کو دور کرنے کے لئے حضور نے سب سے زیادہ لمبی نماز پڑھنے کا حکم جاری فرمایا ۔ یہ آخری نماز ہمارے لئے تفریح اور تازہ دم بنانے کا کامیاب بنانے کا بے خرچ علاج ہے ۔

سترہ مرتبہ ہم اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے سینے کے اوپر رکھتے ہیں ۔ اس فعل کو شرعی اصطلاح میں قیام کہا جاتا ہے ۔ طبی نقطہ نگاہ سے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چھ عدد لمبی ہڈیاں اور تیس عدد چھوٹی ہڈیوں کو حرکت دے کر قرآت پڑھنے تک سینہ کے اوپر جمائے رکھا ۔ اس دس پندرہ سیکنڈ کی ورزش سے ہماری انگلیوں کے پوروں سے لے کر شانے تک تمام عضلات ۔ اعصاب ۔ شریانیں اور وریدیں کے دہانوں یا آس پاس کے فضلات گردش میں آ گئے ۔ پھر ہم اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر کانوں تک لے گئے ۔ پھر ان کو نیچے لے آئے ۔ اور رکوع کی حالت میں تسبیح پڑھنی شروع کر دی ۔

آپ غور فرمائیں تو ہم نے اپنے اوپر کے اعضا کے عضلات پٹھوں اور رگوں کو حرکت دے کر گھٹنوں کی ہڈیوں کے اوپر جما دیا ۔ پھر اٹھایا تو اس دو تین سیکنڈ کی ورزش نے تسبیح کے کلمات سے جہاں ہمارے دل کو نور سے بھر دیا ۔ وہاں ہمارے گھٹنوں کی ورزش بھی ہو گئی ۔

قربان جائیں اس امی نبی پر جس نے ہمیں تین سے سات ، گیارہ اور پندرہ تسبیح تک پڑھنے کا سبق پڑھایا جن بھائیوں کے گھٹنے ۔ کمر اور جوڑوں میں درد ہو وہ رکوع میں زیادہ مرتبہ تسبیح پڑھیں ۔ تو جوڑوں میں اٹکے اور رکے ہوئے سوداوی زہریلے فضلات (یورک ایسڈ) بھی تحلیل ہو جائیں ۔ رکوع کرنے کے بعد ہم پھر کھڑے ہو کر اپنے اعصاب اور عضلات کو جھٹکا دیتے ہیں ۔ اس جھٹکے سے گرمی اور بجلی پیدا ہو کر ہمارے کندھوں گردن اور سر کا بوجھ دور ہو جاتا ہے ۔

سجدے میں جا کر پھر ہم نے چہرے اور کھوپڑی کی قریباً دو درجن ہڈیوں ۔ ان کے رباطات ۔ عضلات عصاب اور گردن کے ساتھ منہ کی ننھی ننھی غدودوں کو زمین پر ٹیک دیا ۔ دونوں سجدوں میں ہم خدا کی پاکی بیان کر کے اپنی روحانی غلاظتوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ سر ۔ کنپٹیوں ۔ بھوؤں ۔ آنکھوں ۔ ناک ، کانوں اور

گردن کی ہلکی ورزش کر لیتے ہیں۔ اس ورزش سے ہمارے سر اور کنپٹیوں کا بوجھ اور اینٹھن (تشنج) کم ہو کر سر ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہماری آنکھوں، چشم خانوں اور ناک حلق میں رکے اور سانس تنگ کرنے والی مختلف رنگ کی بلغم اور ریشہ کیرے کا مادہ حرکت کر کے ماتھا اور کنپٹیاں ہلکی ہو جاتی ہیں۔

التحیات میں بیٹھ کر ہم پورے جسم کے تنے پانے کو سکون دے کر پھر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عشا کی پوری نماز سترہ سے ۲۵ منٹ کے اندر ادا ہو جاتی ہے۔ اس میں کم از کم دس منٹ تک ہمیں کھڑا ہو کر بارگاہ رب العزت میں مناجات، اپنی بے بسی اور درخواستیں پیش کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس سیدھے کھڑے ہو کر پڑھنے میں زور تو ہماری پنڈلیوں پر زیادہ پڑتا ہے۔ پنڈلی کی لمبی ہڈی کے ساتھ ہمارے جسم کا سب سے بڑا عضلہ چپکا ہے۔ یہ عضلہ جسے انگریزی میں مسل اور عام زبان میں مچھلی کہتے ہیں بے حد نرم اور لچکدار ہوتا ہے۔ ہر انسان کبھی کبھی پنڈلی کی مچھلیوں کا گوشت کھاتا رہتا ہے۔ یہ مچھلیاں یعنی (عضلات ،مسلز) بچھڑے کی ہوں یا بھیڑ کی۔ بکرے کی ہوں یا مرغ کی۔ اور مرغابی کی لمبی لمبی اور پکنے میں بے حد لذیذ ہوتی ہیں۔ انسان کی پنڈلی (ساق) دونوں پاؤں کی اڑھائی من وزن اٹھا لیتی ہیں۔ یہی ساقیں سارے بدن کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔

میرے مطب واقع عبدالکریم روڈ میں روزانہ ہر عمر کے کئی مرد عورتیں اسی سب سے بڑے گوشت کے ٹکڑے کی خرابی کا شکوہ کرتے علاج کے لئے آتے ہیں۔ اگر یہ مچھلیاں کمزور ہو جائیں اور ان کی طرف دوران خون ناقص یا خراب ہو جاتے تو بیمار پکارتا ہے۔ کہ میری ٹانگیں حرکت کرنے سے جواب دے رہی ہیں۔ کوئی اسے کھلیان پڑنا۔ کوئی پاؤں پنڈلیاں سونا اور کوئی تھرکنا کہتا ہے۔

عشا کی نماز میں سب سے زیادہ ورزش ان دونوں پنڈلیوں کی مچھلیوں کی ہی ہوتی ہے۔ درجنوں مریضوں نے مجھ سے بیان کیا کہ عشا کی نماز پڑھتے وقت ہماری پنڈلیاں کانپتی تھیں۔ جب چھ سات رکعت پڑھ لیتے ہیں تو ان مچھلیوں سے بیچ جھٹکے کے ساتھ نکلنی شروع ہو جاتی ہے۔ دس گیارہ رکعت پڑھنے پر یہ مچھلیاں کانپنے اور لڑکھڑانے سے رک جاتی ہیں۔ آخری رکعتوں تک یہی پنڈلیاں آسانی کے ساتھ بدنی بوجھ برداشت کرنے لگتی ہیں۔ اب یہ بات آپ سمجھ سکیں گے کہ عشا کی نماز پڑھنے سے کیوں پنڈلیاں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ اس لمبی ورزش سے دل پاؤں کی طرف زیادہ خون روانہ کرنے لگتا ہے۔ ایک پرانا تجربہ کار حکیم ہونے کی وجہ سے میں روزانہ درجنوں مریضوں کو یہ سبق پڑھاتا ہوں کہ اچھے ہاضمے اور گیس تیزابیت سے محفوظ رہنے کے لئے سونے سے تین گھنٹے پہلے رات کا کھانا کھا لیا کرو۔

میرے والد بزرگوار حکیم حافظ اللہ بخش صاحب طبیب شاہی جالندھری مرحوم بدہضمی۔ دردسر۔ بواسیر اور دائمی قبض کے مریضوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ کہ سونے کے لئے بستر پر اس وقت جاؤ جب رات کا کھانا

باقی صفحہ ۴۶ پر

پشتو ادب اور کتابوں کی دنیا

وحید الرحمن شاہ بی اے آنرز ایم اے
صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج پشاور

پشتو ادب کی ایک پرانی فقہی کتاب

فوائد شریعت
از اخوند قاسم پاپین خیل

اخوند قاسم سنواریوں کے مشہور قبیلہ پاپین خیل سے تعلق رکھتے ہیں مشہور مستشرق میجر راورٹی پشتو گرامر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اخوند قاسم علاقہ ہشت نگر اور یوسف زئی میں رہ چکے ہیں[1] ان کے حالات زندگی کا صحیح پتہ نہیں لگ سکا البتہ اخوند درویزہ (م ۱۰۴۸ھ - ۱۶۳۸ء) کے بڑے صاحبزادے میاں عبدالکریم المعروف میاں کریم داد (م ۱۰۷۲ھ - ۱۶۶۱ء) کے شاگرد، مرید اور صوفی شاعر عبدالرحمان بابا (م ۱۱۱۸ھ - ۱۷۰۶ء) کے شیخ صحبت رہ چکے ہیں۔ ایک محقق فقیہہ اور صوفی عالم تھے۔ آپ کا تذکرہ پشتو کے چوٹی کے علماء اور ادباء میں ہوتا ہے۔ (۱۰۷۶ھ - ۶ - ۱۶۶۵ء) تک بقید حیات تھے[2] آپ کا مزار علاقہ سنک پی خیل کے اخون کلی تحصیل کبل میں ہے اور آپ کے والد کی قبر مینگورہ (سوات) کے قریبی گاؤں نوی کلی میں ہے[3]

اخوند قاسم کی علمی یادگار پشتو میں ان کی واحد کتاب "فوائد شریعت" ہے جو آپ نے ۱۰۷۶ھ مطابق ۶ - ۱۶۶۵ء میں لکھی ہے[4] اس کے متعدد قلمی نسخے وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہیں اور صوبہ سرحد کے دیہات میں آج بھی اس کے نسخے ملتے ہیں۔ اس کا ایک قدیم خطی نسخہ نوشتہ ۱۱۲۵ھ (۱۷۱۳ء) لندن کے میوزیم میں موجود ہے[5] یہ کتاب پاک و ہند

---

[1] پشتو ادب تاریخ۔ صدیق اللہ رشتین ص ۴۵ [2] (الف) روحانی رابطہ۔ قاضی عبدالحلیم اثر ص ۷۴ (ب) تیر ہیر شاعران۔ قاضی عبدالحلیم اثر ص ۱۶ [3] (الف) ماہنامہ پشتو مئی ۱۹۷۸ء پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور ص ۲۴ (ب) پٹانہ شعراء حصہ اول۔ عبدالحی حبیبی ص ۱۳۱، ۱۳۸ (ج) اردو معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب جلد ۵ ص ۶۲۹ پر اخوند قاسم کی ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۱ء) تک زندہ رہنا ثابت کیا ہے۔ [4] (الف) تیر ہیر شاعران ص ۱۶ (ب) فوائد شریعت ص ۲۴۰

[5] د پشتو ادب تاریخ۔ صدیق اللہ رشتین ص ۴۵

کے چھاپہ خانوں میں متعدد بار چھاپی گئی ہے۔

"فوائد شریعت" کا زیر نظر نسخہ حاجی فضل احمد۔ حاجی عبدالرحیم مالکان قدیمی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور شہر نے شائع کی ہے۔ تقطیع کتاب ۸ × ۵ ہے۔ کتاب کے ۴۹۲ صفحات ہیں۔ اور قدیم طرز کے ۸۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں عقائد و عبادات، اخلاق و اعمال، حقوق و فرائض، فضیلت ذکر و تذکیر اور سیرت حبیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے متعلق مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ ضمناً درمیان میں نصیحت آمیز قصے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

فوائد شریعت کے متعلق استاد محترم مولانا حافظ محمد عبدالقدوس صاحب قاسمی نے "پشاور کے پشتو ادب پر ایک نظر" کے موضوع کے تحت لکھا ہے کہ فقہی کتب میں اخون قاسم کی کتاب فوائد شریعت سر فہرست ہے[۱] اور صدیق اللہ رشتین نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ فوائد شریعت کا اسلوب بیان مخزن اسلام کی طرح ہے فقہی اور شرعی مسائل بیان کرتی ہے۔ یہ کتاب پشتو میں بہت مشہور ہے اور پشتون عورتیں گھروں میں پڑھتی ہیں[۲]

مرحوم مولانا عبدالرحیم سابق ناظم مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ کالج پشاور (م ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۰ء) نے فوائد شریعت کو مخزن اسلام کے اسلوب بیان کی طرح سمجھ کر اس کو اخوند درویزہ (م ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء) کی تصانیف میں شمار کیا ہے اس کتاب کے متعلق ان کی رائے مندرجہ ذیل ہے۔

پشتو زبان میں شرعی مسائل اور دینی باتیں لکھی ہیں۔ البتہ صحیح اور سقیم یا بالفاظ دیگر مستند اور غیر مستند میں تمیز نہیں کی ہے۔ تاہم جس عہد میں اور جس ماحول میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور جس میں کہ ترویج شریعت کے جلیل القدر مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس قسم کی تصنیف کا پشتو زبان میں ہونا از بس غنیمت ہے۔ نظم نما نثر میں لکھی گئی ہے۔ جو اخوند درویزہ رحمہ اللہ کا مخصوص پیرایہ بیان ہے۔ اس کی اکثر کتابیں جو پشتو میں ہیں اسی سٹائل میں لکھی گئی ہیں[۳]

مؤلف کتاب نے مسائل کا بیان اس ترتیب سے کیا ہے۔ کہ ہر باب کے تحت مختلف کتابوں سے مسائل کو جمع کیا ہے اور ایک مسئلے کو دوسرے سے جدا رکھنے کے لئے درمیان میں حرف "ف" لگایا ہے اسی طرح روایات کو علیحدہ رکھنے کے لئے بھی "ف" لگایا گیا ہے۔

مؤلف نے ہر مسئلہ یا روایت کے بیان کرنے سے قبل بطور حوالہ کے کتاب کا نام دیا ہے اور بعض مقامات پر حوالہ

---

۱ ماہنامہ پشتو ادب۔ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی دسمبر ۱۹۷۰ء ص ۵

۲ د پشتو ادب تاریخ۔ صدیق اللہ رشتین ص ۴۷۵

۳ باب المعارف العلمیہ جلد دوم۔ مولانا عبدالرحیم ص ۳۳۔

کتاب کی جگہ قول راوی کے نام پر اکتفا کیا ہے۔ تطویل بیانی سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔

فوائد شریعت کا اسلوب بیان اگرچہ اخوند درویزہ کے مخزن اسلام کی طرح مسجع و مقفع نثر نہیں ہے۔ لیکن زیر نظر کتاب کی زبان مخزن کے مقابلے میں زیادہ صاف اور واضح ہے۔ عبارت کو ایک بار پڑھنے سے مطلب ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اور جہاں مغلق اور مشکل عبارت ہے تو وہاں اس کی یا تو تشریح کی گئی ہے یا روان عبارت میں جملے کے ساتھ ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔ ذیل میں مخزن اور فوائد شریعت کے چند نمونے بطور موازنہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ کتاب مذکورہ کی تالیف میں مخزن سے کس قدر استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ مخزن اسلام[۱] باب ہشتم دربیان مفسدات نماز ص ۵۳

مفسدات د لمانځه پنځه دی په مانځه کښې په تحقیق روایتونه واړه عام دی مصلیانو۔ یو خبره دسمې که په قصد وی یا او ده وي یا بیداری وی یا ئي وائي په طریق د ساهیانو

ترجمہ۔ نماز میں سارے مفسدات پانچ ہیں۔ روایات کی تحقیق کے مطابق تمام عام ہے مصلیوں۔ پہلا یہ کہ آدمی باتیں کریں قصداً یا سویا ہو یا بیداری میں ہو یا بہ طریق ساھیوں کے ہو۔

فوائد شریعت ستائیسواں باب دربیان مفسدات نماز ص ۱۰۰

پنځه څیزه ماتونکی د نمانځه دی واړه عام دی۔ اول خبري د سړي ماتونکي د نمانځه دي پداوده وي که په ویښه وی۔ په قصد که سهو لږ وي که ډیر وي۔

ترجمہ۔ نماز کے ٹوٹنے والی پانچ چیزیں ہیں۔ تمام عام ہے اور یہ کہ آدمی کی باتیں نماز کو ٹوٹنے والی ہے۔ سوتے ہیں یا بیداری میں ہو۔ قصداً ہو سہواً تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

۲۔ مخزن باب دوئم دربیان واجبات نماز ص ۴۵

واجبات د نماز دا لره سره یو ویشت څني عام په هر نمانځه کښې هم په واړه مصلیانو څني خاص په څني څني نمانځه گنزار وهم په تبعض صلوتونو کښې بهٔ وی په حصر کښې نه بهٔ ئي وا وری طالبانو۔ عام لفظ تکبیر تحریمه دي هم په ولړ دمبي گذار کښې په چارګانې کښې هم په دوالړ و قعده لوئي التحیات د پاکانو په رکوع سجود ارام کیږه

ترجمہ۔ واجبات نماز تمام اکیس ہے۔ بعض عام ہر نماز میں ہر نمازی پر ہے سب مصلیوں بعض خاص بعض بعض نمازیوں پر بعض

---

[۱] مخزن اسلام اخوند درویزہ ترتیب و حواشی فضل ودود پشتو اکیڈمی پشاور مطبوعہ حمیدیہ پریس پشاور بار اول ۱۹۶۹ء

نمازوں میں ہوگی۔ اور ہر ایک میں نہ ہوگی۔ سنئے غالبو! عام لفظ تکبیر تحریمہ ہے۔ پہلی باری میں بھی چار رکعتیں ہیں بھی دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا بھی پاکوں کے رکوع سجود میں آرام کرو۔"

فوائد شریعت۔ اکیسواں باب دربیان واجبات نماز ص ۹۲

یو وشت واجب دي په مانځه کښ او وه عام دي څوارس خاص دي او وه عام اول نیت تهرل کښ والله سره اکبر ویئل واجب دي۔ دوئم لمړوبنی قعده واجب ده دریم په دواړو قعدو کښ التحیات ویئل واجب دي۔ څلورم په رکوع هم په سجود کښ یو تسبیح وایه شي هم د ارنګ کول واجب دي۔

ترجمہ۔ نماز میں اکیس واجب ہے سات عام ہیں اور چودہ خاص۔ سات عام۔ اول نیت باندھنا "اللہ" کے ساتھ اکبر کا کہنا واجب ہے۔ دوم قعدہ اول واجب ہے۔ سوم دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا واجب ہے۔ چہارم رکوع اور سجود میں ایک تسبیح کے کہنے کے مانند وقت گزارنا واجب ہے۔"

اس کتاب میں ایک عام آدمی کی ضرورت کے مطابق تمام اہم مسائل اپنے وقت کے مطابق عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ مسائل کے ماخذ اکثر مستند ہیں۔ اور بے شمار ایسی پرانی کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں جن کا آج ملنا ناممکن ہے۔ بہرکیف کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی اہم ہے۔ اور جامعیت کے اعتبار سے مثالی ہے۔ آج کل بھی پشتون اسے پڑھتے ہیں۔ اور اس کی موجودگی کو گھروں میں باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

ادارہ

حاصل مطالعہ

ارشادِ علیؓ | قرآن علما کی پیاس کے لئے سامانِ سیرابی ہے اور فقہا کی دلوں کے لئے فصلِ بہار وہ صلحا کے لئے ایک جادہ مستقیم ہے۔ اور ارباب بحث و نظر کے لئے برہانِ قوی وہ طلبۂ علوم کے لئے علم کا انمول خزانہ ہے اور اربابِ حکومت کے واسطے ایک محکم دستورِ اساسی وہ اصحابِ روایت کے لئے حدیثِ جانفزا ہے۔ اور تشنگانِ تحقیق و جستجو کے لئے امید و رجاء کا سب سے بڑا سہارا۔ (نہج البلاغہ)

ماخوذ از وحی الٰہی۔ سعید احمد اکبر آبادی صہ ۱۸۸

نبوت و عقل | بلکہ نبوت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ یہ اقرار کیا جائے کہ عقل سے بالاتر ایک مقام ہے جس میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے خاص خاص مدرکات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ اور عقل ان مدرکات کے ادراک سے ایسی عاجز ہے جیسے کان رنگوں کے ادراک سے۔

المنقذ من الضلال امام غزالیؒ صہ ۳۱

میزانِ عقل | عقل اس ترازو کی طرح ہے جس میں صرف ہیرے جواہرات یا سونا چاندی تولا جاسکتا ہو۔ تو ایسی ترازو سے انہیں چیزوں کا وزن کرنا چاہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔
لیکن اگر اس (ہلکی اور چھوٹی سی) ترازو میں پہاڑوں کو تولنا چاہو تو یہ ناممکن اور محال ہے تو اسی طرح عقل سے صرف اسی کے دائرہ کی چیزیں معلوم ہو سکتی ہیں لیکن اگر کمزور ناتوان عقل سے خداوند ذوالجلال اس کی ذات و صفات اور عالمِ غیب ملکوت السموات اور ملاء اعلیٰ کی چیزیں معلوم کرنا چاہو تو عقل ان چیزوں تک رسائی اور ادراک سے عاجز و قاصر رہے گی۔

مقدمہ ابن خلدون

پروازِ عقل | ہماری عقلوں کا حال تو یہ ہے کہ جب تک وہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی جس سے پانی کے جراثیم دیکھے جاتے ہیں۔ اگر اس وقت کوئی ہم سے کہتا۔ کہ پانی کے ایک ایک قطرہ میں ہزاروں زندہ کیڑے ہوتے ہیں۔ تو ہم اس کو گپ سمجھتے۔ اسی طرح اب سے سو دو سو سال پہلے اگر کوئی کہتا۔ کہ ایک ایسی غیر جاندار سواری بھی ہوتی ہے۔ جو سینکڑوں آدمیوں کو سوار کرکے پانچ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آسمانی فضا میں اڑتی ہے۔ تو سننے والے اس کو ہزار جھوٹ سمجھتے۔ لیکن

آج یہ دونوں چیزیں واقعہ بن کر ہمارے سامنے آ چکی ہیں۔

پس جن بیچاری عقلوں کا یہ حال ہے کہ چند دنوں بعد جو چیزیں اس دنیا میں سامنے آنے والی ہیں اس کو بھی وہ نہیں سمجھ سکتیں۔ ان غریب عقلوں کو انبیاء علیہم السلام کی باتوں کے لئے میزان اور معیار بنانا یقیناً حماقت ہے۔

دین و شریعت۔ مولانا محمد منظور نعمانی صہ ۱۰۶

مقام عبرت | مقام عبرت ہے کہ ہماری مذہبی کتاب کی تحقیق وکاوش میں بھی اغیار نہایت کوشش وجانفشانی سے مصروف ہیں۔ جرمن۔ فرنچ۔ اٹالین اور انگلش مستشرقین نے "تاریخ قبل اسلام" پر محققانہ کتابیں لکھیں یونانی و رومانی تصنیفات سے جو عرب قبل اسلام کے حالات سے پُر ہیں۔ انتخاب و خلاصہ کیا۔ قرآن مجید نے جن اقوام و بلاد کا ذکر کیا ہے۔ ان کے کھنڈروں کا مشاہدہ کیا۔ ان کے کتبات کو حل کیا۔ اور ان سے عجیب و غریب نتائج مستنبط کئے۔ تاہم وہ مسلمان نہیں یہودی یا عیسائی ہیں۔ انہوں نے نہایت بیدردی سے قرآن کے فوائد کو پامال کیا ہے۔ بعض متعصب مستشرقین نے ان معلومات کو غلط طور سے قرآن کی مخالفت میں استعمال کیا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے وسط میں پونڈ فارسٹر (FARSTER) نے عرب کا تاریخی جغرافیہ (HISTORICAL GEOGRAPHY OF ARAB) لکھا جس میں اس نے اپنی جہالت کے عجیب و غریب نمونے پیش کئے جن کو پڑھ کر کبھی ہنسی اور کبھی رونا آتا ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ ہماری غفلت سے وہ قرآن کی صداقت تاریخی کا معیار ہے بعض پادری قرآن کے تاریخی اغلاط کو پیش کرتے ہیں لیکن ان کو پیش کرتے وقت افسوس ہے کہ توراۃ جس کو وہ معیار صحت سمجھتے ہیں بھول جاتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی تاریخ ارض القرآن صہ ۱۲

خواب تھا | بہرحال آپ (حضرت شیخ الہندؒ) اخیر دم تک ملک اور قوم اور آزادی وطن کے لئے انگریزوں سے ٹکر لیتے رہے اور ربیع الاخر ۸ ربیع الاول ـــہ کو ذکر اللہ کرتے ہوئے آپ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ـــہ

بزم تھی، ساقی تھا، مے تھی اور پیمانہ تھا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دہلی سے آپ کا جنازہ دیوبند لایا گیا راستے میں متعدد مقامات پر نماز جنازہ ہوئی۔ بالآخر آپ کو آپ کے شفیق استاد کے قدموں میں دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مفتی عزیز الرحمن۔ تذکرہ مشائخ دیوبند صہ ۲۴۸

اقسام وطن | یاد آیا کہ میرے استاد محترم اور بزرگ مکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے ایک روز وطن پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہر شخص کے تین وطن ہیں۔ ایک جسمانی۔ دوسرا ایمانی اور تیسرا روحانی۔ وطن جسمانی وہ جگہ ہے جہاں وہ پیدا ہو۔ وطن ایمانی مومن کا مدینہ طیبہ ہے۔ جہاں سے اس کو نور ایمانی ملا۔ وطن

روحانی جنت ہے جہاں عالم ارواح میں اس کا اصلی مستقر تھا۔

مفتی محمد شفیعؒ نقوش و تاثرات ص۱

دیوبند | دیوبند کیا ہے ایک چھوٹا سا قصبہ ضلع سہارنپور کا جس کو نہ جغرافیائی اور عمرانی حیثیت سے کوئی خاص شہرت حاصل ہے۔ نہ تجارتی یا صنعتی اعتبار سے۔ ہاں اس خوش نصیب خطۂ زمین میں علوم اسلامیہ کا ایک عظیم الشان دارالعلوم ہے جو ہندوستان میں اسلامی حکومت کے سقوط کے بعد علوم اسلامیہ کو اپنی اصلی صورت میں باقی رکھنے کے لئے ایک گوشۂ خمول کی حیثیت میں قائم کیا گیا تھا۔ اللہ نے اس کو حسن قبول عطا فرمایا۔ اور مرکز علوم بنا دیا۔ اور اس سے پیدا ہونے والے رجال اللہ اس صدی کے مجدد ثابت ہوئے۔ اس طرح دیوبند اس دور انحطاط میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک پناہ گاہ بن گیا۔

مفتی محمد شفیع نقوش و تاثرات ص۱

آخرت عقلاً بھی ضروری ہے | ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کی ہر چیز کے کچھ خواص اور آثار ہیں۔ مثلاً آگ کی خاصیت جلانا ہے۔ پانی کی خاصیت بجھانا اور صفائی کرنا ہے۔ اسی طرح ہر جڑی بوٹی میں بھی کچھ خاصیتیں ہیں۔ ایسے ہی انسان کی مادی اعمال کے بھی خواص اور آثار ہیں۔ جو لازماً ہو کے رہتے ہیں مثلاً وہ کھانا کھاتا ہے۔ تو اس سے اس کی بھوک مرتی ہے۔ آسودگی آتی ہے۔ اسی طرح پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے۔ اگر کوئی سخت چیز کھائی جائے تو اس سے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ بہت زیادہ کھا لیا جائے تو بدہضمی ہو جاتی ہے۔ زہر کھانے سے آدمی مر جاتا ہے۔ دوا استعمال کرنے سے مرض جاتا رہتا ہے۔ کوئی ٹانک اور مقوی دوا کھانے سے طاقت اور توانائی آجاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کے اخلاقی اعمال خواہ وہ اچھے ہوں یا برے۔ اس کے مادی اعمال سے زیادہ اہم اور اعلیٰ ہیں۔ اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کے اخلاقی اعمال کا کوئی اثر کوئی نتیجہ اور کوئی خاصیت ہی نہ ہو۔

مولانا محمد منظور نعمانی۔ دین و شریعت ص۵۹

ایک گمراہ کن مغالطہ | بعض لوگ جن کی نظر میں سلف کی اتباع کی اتنی اہمیت نہیں ہے وہ کہا کرتے ہیں کہ اصل چیز بس قرآن و حدیث ہے اور دین میں ہم قرآن و حدیث کے سوا کسی چیز کو سند نہیں مانتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فقرہ بہت حسین اور بہت چلتا ہوا ہے۔ اور فی نفسہٖ صحیح بھی ہے۔ لیکن یہ لوگ اس کو بہت غلط معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ گویا یہ "کلمۃ حق اُرِیْدَ بِہِ الْبَاطِل" کے قبیل سے ہے۔ اور جو لوگ سلف صالحین کا اتباع نہیں چاہتے اور جن کو ان کے علم و فہم سے زیادہ اپنے علم و فہم پر اعتماد ہے وہ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کا اتباع کرتے ہیں اور کتاب و سنت کا نام لے کر دوسروں کو بھی اسی کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں بس ہمارے اور ان کے طرز فکر اور طرز عمل میں فرق یہ نہیں ہے کہ وہ دین میں اصل سند کتاب و سنت کو قرار دیتے ہیں اور ہم سلف صالحین کو۔ بلکہ یہ ہے کہ

ہم کتاب و سنت کا منشا متعین کرنے کے بارے میں سلفِ صالحین کے فہم و فکر کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں، اور وہ اپنے خیالات اور اپنے فہم پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی بجائے سلف کے ان کی تقلید کریں۔

حوالہ بالا ص ۱۳۴

دلیل قاسمی کون شخص ہے جو یہ نہیں جانتا ہو کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے۔ اور عنقریب پھر ایسا ہی ایک زمانہ آنے والا ہے۔ کہ اسی پردۂ عدم میں جا چھپیں گے۔ ہمارا وجود دو عدموں میں اس طرح گھرا ہوا ہے۔ جس طرح نورِ زمین شب گذشتہ اور شب آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے۔ زمین پر نور کی یہ آمد و رفت بآواز بلند کہہ رہی ہے۔ کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار ہے اور عطاءِ غیر ہے کیونکہ اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا۔ پس اسی طرح موت و حیات کی کش مکش اور وجود کی آمد و رفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ورنہ عدم اور زوال کو قبول نہ کرتا۔ بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے۔ اس طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہوگا۔ کہ جس کا وجود اصلی اور خانہ زاد ہو۔ اور وجود اس ذات کے لئے اس طرح لازم ہو جیسے آفتاب کے لئے نور اور آگ کے لئے حرارت اور چار (عدد) کے لئے زوجیت اور تین کے لئے فردیت لازم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو اور آگ ہو اور حرارت نہ ہو۔ چار ہو اور زوجیت نہ ہو۔ تین ہو اور فردیت نہ ہو۔ اسی موجودِ اصلی کو اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ خدا اور واجب الوجود کہتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

محقق راسٹن اور مناظرِ قدرت اے آسمانو! مجھ کو خبر دو۔ اے دریاؤ مجھ کو بتاؤ اے زمین مجھ کو جواب دے اے بے انتہا ستارو تم بولو۔ کون سا ہاتھ ہے جس نے تم کو افق میں مقام رکھا ہے اور شبِ چاردہ (چودھویں رات) کس نے تیری تاریکی کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ تو کس قدر پریشان ہے۔ کس قدر عظمت مآب ہے۔ تو خود بھی بتا رہی ہے کہ تیرا کون صانع ہے جس نے تجھ کو بغیر کسی زحمت کے بنایا ہے۔ اس نے تیری چھت کو قبہ ہائے نور سے مرصع کیا ہے۔ جس طرح اس نے زمین پر خاک کا فرش بچھایا ہے اور گرد کو ابھارا ہے۔ اور مژدہ رسانِ سحر اور زہرۂ شگرف اور ہمیشہ رہنے والے ستارے اور آفتاب درخشاں سچ بتا تو کس کی ادا طاعت کے لئے محیط کے پردے سے باہر آتا ہے اور نہایت فیاضی کے ساتھ اپنی روشن شعاعیں عالم پر ڈالتا ہے۔ اے پر رعب سمندر اے وہ کہ غضب ناک ہو کر زمین کو نگل جانا چاہتا ہے کس نے تجھ کو محبوس کر رکھا ہے جس طرح کہ شیر کٹہرے میں قید کر دیا جاتا ہے۔ تو اس قید خانے سے بے فائدہ نکل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن تیری موجوں کا زور ایک حدِ معین سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔

بحوالہ منازل العرفان از مولانا محمد مالک کاندھلوی ص ۴۸۹

افراط و تفریط یورپ | یورپ نے بہت دنوں تک طلاق کا مذاق اڑایا۔ تعدد ازدواج پر طعنہ زنی کی۔ اور مسلمانوں کے جہاد کو وحشت و بربریت کہا۔ مگر آخر کار اس کو خود طلاق کا قانون وضع کرنا پڑا۔ پھر یہ دیکھو کہ اسلام نے طلاق کو مشروع تو کیا لیکن غلطی یہ کی۔ کہ اس کا اختیار عورت کو دے دیا۔ گویا پہلے یہ لوگ تفریط میں مبتلا تھے اور اب افراط میں مبتلا ہو گئے۔ اس کا جو کچھ بھی نتیجہ ہوا آج ہر باخبر شخص اس سے ناواقف نہیں ہے۔ کہ طلاق کی کثرت نے کس طرح ان لوگوں کی معاشرتی زندگی ویران و تباہ کر رکھی ہے۔

وحی الٰہی از مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۱۸۶

مکاتیب اور ان کی اہمیت | ہمارے ملک ہندوستان میں مکاتیب کے دو ایسے مجموعے پائے جاتے ہیں جن کی مثال ہندوستان سے باہر اور خود عربی زبان میں بھی ملنی مشکل ہے۔ یہ معارف و حقائق اور اسرار شریعت و طریقت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ میری مراد مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات سہ صدی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات سے ہے۔ ان میں اگرچہ زیادہ تر تصوف اور معرفت و حقیقت کے علوم و نکات ہیں۔ مگر بعض اہم علمی مسائل پر بھی بعض خطوط میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخری دور میں سب سے زیادہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ان علمی مسائل کی طرف توجہ کی "کلمات طیبات" کے مجموعہ میں متعدد خطوط علمی مسائل اور فن حدیث سے متعلق ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے بہت سے علمی خطوط اس مجموعہ میں شامل نہیں۔ جو اپنے عزیز شاگردوں یا بعض ممتاز معاصرین کے کسی علمی سوال یا اشکال کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ اگر یہ سب مکاتیب جمع کر لئے جائیں تو ایک بڑی بیش قیمت اور مفید کتاب تیار ہو جائے۔

مولانا سید ابو الحسن ندوی مقدمہ مکتوبات علمیہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ | ابن تیمیہ کے نام سے تین شخص موصوف ہیں۔ ایک تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم دوسرے ان کے دادے ابو البرکات مجد الدین تیسرے ان کے دادے کے چچا فخر الدین محمد بن ابی القاسم عام طور سے لوگ صرف نام سن کر ایک کے حالات دوسرے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لئے اولاً تو جن کے کلام میں ان کا ذکر آوے۔ ان سے مطالبہ کیا جائے کہ یہ کون سے بزرگ ہیں۔ ثانیاً احوال کا مطالبہ کیا جائے ——— ان میں زیادہ مشہور اول الذکر ہیں۔ جو کثیر التصانیف ہیں۔ تقریباً تین سو تصانیف ان کی بتلائی جاتی ہیں۔ اصل مذہب حنبلی ہے۔ مگر اس قدر مستقل الرائے ہیں کہ اکثر جگہ تقلید چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں سلف کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی توصیف کی ہے اور بعض نے ان کو ناقابلِ اعتبار بتلایا ہے حتیٰ کہ تکفیر بھی کی ہے۔ ہمارے اکابر و مشائخ کا طرزِ عمل ان کے ساتھ یہ ہے کہ ان کو محققین سمجھتے ہیں۔ مگر جن مسائل میں انہوں نے سلف کا خیال کیا ہے ان کو ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مکتوبات علمیہ ص ۱۳۷

یورپ کا تعصب اور علمی خیانت | اس میں شک نہیں کہ یورپ نے ہزار سال ہم سے درس لیا اور اتنے سال ان کے ہاں ابن رشد۔ ابن سینا محمد بن زکریا یا رازی کی کتابیں داخل نصاب ہیں لیکن فطری تعصب کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے اس احسان کو چھپاتے رہے بلکہ علمی خیانت کا ارتکاب ہے۔ ہماری ایجادات کو ان یورپی سائنس دانوں کی طرف منسوب کیا جنہوں نے سب سے پہلے ہماری ایجادات کا تذکرہ کیا تشکیل انسانیت مصنفہ بریفالٹ صہ ۸۲ خیانت کا یہ حال ہے کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لفظ جیبر (جابر) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے جس نے مسلمان بانی علم الکیمیا جابر بن حیان کی کتاب الکیمیا کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس کو اپنی تصنیف بنا لیا۔ یہی حرکت قسطنطین افریقی مسیحی نے ۱۰۶۰ء میں کی کہ ابن الجزار کی کتاب زاد المسافرین کا لاطینی ترجمہ کرکے اس کو اپنی تصنیف ظاہر کیا۔

علامہ شمس الحق افغانی سائنس اور اسلام[۵]

کلام اور زبان | ایک ہندو جو اپنے گروہ میں عابد کہلاتا تھا میرے پاس مع ایک پنڈت کے آیا۔ اور یہ سوال کیا کہ آپ لوگ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں۔ حالاں کہ کلام بے زبان کے ہو نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے زبان ہے نہیں۔ پھر اس نے کلام کیسے کیا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ ہم کو کلام کے لئے زبان کی ضرورت ہے۔ لیکن خود زبان کو کلام کرنے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنی ذات سے کلام کرتی ہے۔ اسی طرح ہم کان سے سنتے ہیں۔ لیکن خود کان اپنی ذات سے سنتا ہے۔ اس کو کسی اور آلہ کی ضرورت نہیں۔ تو جب زبان اس پہ قادر ہے کہ بے زبان کلام کرے تو اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کلام کے لئے کسی آلہ کی ضرورت نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ صفت کلام خود اس کی ذات میں موجود ہے۔ کلام خود اس کی ذات سے بلا زبان صادر ہوتی ہے۔

وہ ہندو اس جواب سے بہت خوش اور متاثر ہوا اور اپنے ہمراہی سے کہا دیکھو اس کو علم کہتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی۔ مقالات حکمت صہ ۱۸۱

ارادت آخرت | یعنی آدمی دنیا کو ہیچ سمجھ کر درجات آخرت و سعادت ابدی کا خواہاں ہو۔ اور یہ اس کو اس قدر مرغوب و محبوب ہو جاتے کہ اس کے لئے مجاہدہ و ریاضت اختیار کرے اور اپنی زندگی کو اس کی طلب میں وقف کر دے تاکہ قیامت کے دن مراد حاصل ہو۔ یہ ارادت زہاد و عباد کا حق ہے۔ اس کا نام رغبت و رہبت ہے۔ قرآن مجید نے خبر دی ہے کہ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ تم میں سے جو دنیا کی نعمتیں چاہتے ہو اور تم میں سے جو عقبیٰ کے طالب ہیں۔ سبحان اللہ! ارادت آخرت کا کیا کہنا وہ کہیں افضل و بہتر ہے۔ دنیا کی ارادت کو اس سے کیا نسبت۔ آخرت باقی دنیا دنی فانی۔ ان دونوں طلب سے یہ نتیجہ نکلا کہ طامعان ناعاقبت اندیش مریدان دنیا

[۵] مضمون الحق بابت جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ ج ۴ شمارہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء

ہیں۔ اور متقیان خیر طلب مریدانِ عقبیٰ ہیں۔

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ مکتوباتِ صدی اردو ص ۸۶

دلکش نظارہ غیر دلچسپ پہلو | اگر انسان کے ابناءِ جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہے۔ مگر اس کی سیری نہیں ہوتی لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں۔ کیوں ؟

اس لئے کہ ہم اپنے جنس کو جان کنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کر لیں لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا۔ خود اس پر کیا گذری اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا ؟ سینکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ درسِ وفا ص ۲۵

دلدادۂ مغرب | مگر افسوس کہ مسلمانوں میں اس فتنہ ضالہ (مغربیت) کا سامنا کرنے میں کسی نے تو نہایت افراط سے کام لیا کہ ایمان و یقین اور اخلاق و صداقت کی ہر متاع مغربی تمدن کی رعنائیوں اور ظاہری آب و تاب پر قربان کر دی۔ یہ ہمارے ہاں کا تجدد پسند اور مغرب زدہ طبقہ تھا۔ جو اگر سوچتا تو انہی کے دماغ سے بولتا تو انہی کی زبان سے لکھتا تو انہی کے قلم سے۔ اس طبقہ نے برصغیر کی غلامی کے بعد یورپ کے ہر لئے میں لے ملائی۔ مذہب اور اخلاق کا مذاق اڑانے میں یہ اپنے آقاؤں سے بھی آگے رہے۔ مغربی تقلید میں یہ لوگ مذہب کو فرد کا نجی معاملہ سمجھنے لگے۔ اخلاقی اور معاشرتی بندشوں کو مرد و عورت کے تفاوت اور عورت پر ظلم سے موسوم کیا۔ سیاست میں میکیاولی کو مقتدا بنایا گیا۔ فحاشی اور بے حیائی کے تمام مظاہر کو تفریح اور آرٹ و ثقافت کی شکل دی گئی۔ دستور اور آئین کو مغربی جمہوریت اور سوشلزم کے سانچوں میں ڈھالا گیا۔ معاملات اور معاشیات کو خود غرضی جلب منفعت استحصال مساوات کے نام ظالمانہ غصب و نہب کے خراد پر چڑھایا گیا اور دوسری طرف اسلامی شعائر و اقدار عقائد اور تعلیمات کو سامانِ استہزا بنا کر ان پر کبھی لبرل ازم کی آری چلائی گئی اور کبھی تحقیق و ریسرچ کی تینچی اور کبھی استشراق کا تیشہ لے کر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا۔

مولانا سمیع الحق۔ اسلام اور عصر حاضر ص ۲

بقیہ: طب وصحت

معدے سے ہضم ہوکر آنتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمارے مہربان اور خطا معاف کرنے والے خدا نے ہمیں رات کے کھانے کے دو اڑھائی گھنٹے کے بعد عشا کی لمبی نماز غذا کے ہضم کرنے اور عمدہ صحت کے ساتھ مزے دار نیند کا لطف حاصل کرنے کے لئے تجویز فرمائی ہے۔ ہمیں اس مفت کے علاج سے اپنی صحت بنانی چاہیئے۔

بقیہ: احسان وتصوّف

حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ تم اللہ کی عبادت اس خشوع وخضوع کے ساتھ کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے

(فوائد عثمانیہ صہ ۵۲)

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ کے عالم یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین اور چیز ہے اور علم تصوف اور فقیری علیحدہ چیز ہے۔ حالانکہ وہ علم دین پڑھتے ہیں اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ کہ سب فقہ کی کتابیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی متابعت کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ اور فقہ کے احکام پر عمل کرنا ہی عین "فقیری" ہے۔ اور یہی تصوف کا کمال ہے۔ (فوائد عثمانیہ صہ ۴۳)

کلاچی میں علم وعرفان کی بارش

۲۱- مولانا احمد دین صاحب شیرانی
۲۲- مولانا عبدالمجید صاحب لونی
۲۳- مولانا حافظ شبیر علی صاحب خطیب ٹانک مانجھوی
۲۴- مولانا محمد اعظم صاحب ناظم جمعیت علماء اسلام گمل مانجھوی
۲۵- مولانا تاج محمد صاحب خطیب گمل
۲۶- مولانا محمد صدیق صاحب سندور حال بانجی
۲۷- مولانا قطب الدین صاحب تحصیل کلاچی
۲۸- مولانا عبداللہ صاحب کلاچوی
۲۹- مولانا محمد خان صاحب بنوں۔

دارالعلوم کے شب و روز

از جناب مولانا قاضی عبدالحلیم صاحب

کلاچی میں علم وعرفان کی بارش

اکابرین حقانیہ کی تشریف آوری

سرحد کی قدیم درسگاہ مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی کا تیسواں سالانہ عظیم الشان جلسہ ۲۵، ۲۶ مئی کو منعقد ہوا جس میں محتاط اندازہ کے مطابق ۵۰۰۰ مندوبین نے شرکت فرمائی۔ علاقہ گنڈہ پوری کے علاوہ گمل۔ علاقہ کنڈی۔ میانخیلی مروت۔۔ شیرانی اور بلوچستان تک کے عوام بھاری تعداد میں شریک ہوئے۔ اکابر علم وفضل حضرت درخواستی مدظلہ، مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ۔ مولانا احمد جان صاحب۔ مولانا حافظ خدا بخش صاحب۔ مولانا جلال الدین صاحب۔ مولانا قاضی بشیر احمد صاحب۔ مولانا محمد ادریس صاحب کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مایہ ناز اور قابل صد احترام تین بزرگ صدر مدرس حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبی حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب۔ مخدوم زادہ مکرم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب نے بھی تقریریں فرمائیں۔ تمام علماء کرام اس بات پر متفق تھے کہ موجودہ دور میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا واحد ذریعہ دینی مدارس ہیں۔

اجلاسات میں دارالعلوم دیوبند کی خدمات کا سراہا گیا۔ اس تاریخی جلسہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں دارالعلوم حقانیہ کے ۴۰ فضلاء کرام کی دستاربندی کی گئی۔ جو نجم المدارس میں موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ دستاربندی کے لئے بطور خاص اکابرین حقانیہ کو دعوت دی گئی تھی۔ اکابرین حقانیہ ۲۶ مئی کی فلائٹ سے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے۔ ایرپورٹ پر قاضی عبدالحلیم صاحب ابن مہتمم مدرسہ نجم المدارس۔ صاحبزادہ فضل الرحمان فاضل حقانیہ ابن مولانا مفتی صاحب۔ مولانا محمد حسن شاہ صاحب فاضل حقانیہ مہتمم مدرسہ حلیمہ بنرواہ و دیگر فضلاء حقانیہ نے استقبال کیا۔

جلسہ میں پروگرام کے مطابق ۵ نشستیں ہونی تھیں مگر اکابر علم وفضل کی کثرت اور عوام کی بھرپور حاضری کی وجہ سے ۸ نشستیں ہوئیں اور ۲۷ مئی کو جب کہ جلسہ ختم ہو گیا تھا۔ فضلاء حقانیہ کی جانب سے اکابرین حقانیہ کو ایک خصوصی استقبالیہ بھی دیا گیا۔ سپاسنامہ مولانا جلال الدین فاضل حقانیہ مہتمم مدرسہ خضریہ بھیرہ نے پیش کیا اور

ان کی خدمات کا سراہا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ نے تینوں حضرات کو فضلاء حقانیہ و طلبہ نجم المدارس کو پند ونصیحت فرمانے کی درخواست کی جسے تینوں حضرات نے بخوشی تسلیم کیا۔ اور تینوں حضرات نے جامع خطاب سے نوازا۔ اس استقبالیہ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی تحریک پر فضلاء حقانیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تنظیم بھی قائم کی گئی۔ درج ذیل عہدے دار اتفاق رائے سے منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا جلال الدین خان صاحب مہتمم مدرسہ خضریہ پنجاب۔ صدر تنظیم فضلاء حقانیہ
۲۔ قاضی عبدالحلیم حقانی مدرس مدرسہ انجم المدارس کلاچی۔ نائب صدر نمبر ۱
۳۔ صاحب زادہ مولانا فضل الرحمان حقانی۔ نائب صدر نمبر ۲
۴۔ مولانا عبدالعزیز صاحب حقانی۔ خطیب ڈیرہ۔ ناظم اعلیٰ
۵۔ مولانا صالح شاہ حقانی صاحب قریشی نائب ناظم
۶۔ مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی۔ مدرس مدرسہ اظہار الاسلام چکوال۔ ناظم نشر واشاعت
۷۔ مولانا محمد زمان صاحب حقانی کلاچوی۔ خزانچی

اس تاریخی جلسہ میں جن فضلاء دارالعلوم حقانیہ کو دستار فضیلت دی گئی ان میں سے بعض اسماء گرامی درج ذیل ہیں

۱۔ مولانا جلال الدین صاحب مہتمم مدرسہ خضریہ بھیرہ
۲۔ مولانا محمد زمان صاحب کلاچوی مدرسہ نجم المدارس کلاچی
۳۔ قاضی عبدالحلیم مدرس نجم المدارس۔ ابن مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ
۴۔ قاضی محمد نسیم صاحب　　〃　　〃　　〃　　〃
۵۔ مولانا حافظ سراج الدین صاحب مدرس مدرسہ جھنگ
۶۔ مولانا عبدالقیوم صاحب مدرس مدرسہ اظہار الاسلام چکوال
۷۔ مولانا کفایت اللہ شاہ صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام درابن
۸۔ مولانا حافظ حبیب الرحمان صاحب مدرس فیصل آباد　　۹۔ مولانا غلام علی صاحب کلاچی
۱۰۔ مولانا عزیز الرحمان صاحب کلاچی　　۱۱۔ مولانا حکیم رحمت اللہ صاحب کلاچی
۱۲۔ مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب خطیب ڈیرہ　　۱۳۔ مولانا حافظ گلاب نور صاحب ٹانک
۱۴۔ مولانا محمد حنیف صاحب ٹانک　　۱۵۔ مولانا عبدالمجید صاحب گنڈی عاشق
۱۶۔ مولانا جلال عالم صاحب فرمانی ٹانک　　۱۷۔ مولانا عزیز الرحمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ مکی مروت
۱۸۔ مولانا گل حکیم شاہ صاحب ٹانک۔ ۱۹۔ مولانا سیف الدین صاحب ٹانک۔ ۲۰۔ مولانا صالح شاہ صاحب ٹانک

باقی صفحہ ۴۶ پر

گل شاہ حنیف خان سالک ایم اے

قرونِ وسطیٰ میں اسلامی کُتب خانوں کا نظام

اسلامی دنیا کی تاریخ میں کتب خانے کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔قرونِ وسطیٰ کے ابتدائی ادوار میں کتب خانہ کو مختلف ناموں سے ذکر کیا جاتا تھا۔ان میں سے مشہور اسمار خزانہ الحکمہ، دار الحکمہ اور بیت الحکمہ ہیں۔

ہارون الرشید متوفی ۱۹۳ھ کے عہد میں یہ سرگرمیاں انتہائی اعلیٰ مدارج پہ پہنچ گئی تھیں۔اس عہد کی بیش بہا علمی ترقی اور کتابوں کے خزانوں سے ادبی نشستوں نے بھی بہت فائدہ اٹھایا۔چنانچہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک دفعہ ایک ممتاز نحوی الکسائی اور عالم دین ابویوسف کے درمیان ایک مباحثہ ہوا۔اس مباحثے میں الکسائی نے صرف نحو کے قواعد سے دینی مسائل حل کئے تھے۔اور بہت سے قانونی سوالات کے جوابات دئے تھے۔اور اسی وجہ سے خلیفہ مامون الرشید کے دور کو عربی ادب اعظمی عہد کہتے ہیں[۱]

چنانچہ علمی و ادبی ترقی کی وجہ سے کتب خانوں کا معیار بھی برابر بڑھتا رہا۔اس طرح بڑے بڑے شہروں کی سب سے مزین اور اہم بازار وہ تھے جن میں کتب فروشوں اور الوراقین کی دکانیں بکثرت موجود تھیں۔

ان کتب خانوں کا وجود پہلے دورِ عباسیہ میں ہوا۔اور پھر تمام اسلامی دنیا میں کثرت سے کتابوں کی دکانیں پھیل گئیں۔بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے یعقوبی نے صرف محلہ وضاحسہ میں سو سے زائد کتاب خانوں کا ذکر کیا[۱]۔

قرونِ وسطیٰ کے کتب خانے مستقل تعلیمی اداروں کی حیثیت رکھتے تھے۔چنانچہ علی بن یحیی منجم کے کتب خانے کا ایک طالب علم ابومعشر المنجم ہے جو خراسان سے مقاماتِ مقدسہ جاتے ہوئے یہاں ٹھہرا تھا۔جب وہ کتب خانے میں داخل ہوگئے تو اس کی عظمت و شان دیکھ کر حیران رہ گئے۔اور اپنا سفرِ حج تبدیل کرکے وہیں مقیم ہوگیا[۲]

مشہور ہے کہ جب نوح بن منصور نے الصاحب بن عباد کو وزارتِ عظمیٰ پیش کی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔انکار کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ میری کتابوں کا منتقل کیا جانا مشکل ہوگا۔جو چار سو اونٹوں پر

---

[۱] البلدان ص ۱۷۱ [۲] معجم الادباء جلد ۵

لا دکر لائی جا سکتی تھیں. چنانچہ کتب خانہ میں رہنا ہی پسند کیا[۱]

کتب خانوں میں کتابوں کی کثیر تعداد کے ساتھ بہت اچھے عمارت بھی تعمیر کئے جاتے عظیم الشان فاطمی کتب خانے کی عمارت اس قدر وسیع تھی کہ اس میں چالیس کمرے تھے اور ہر کمرہ میں اٹھارہ ہزار کتابوں کے رکھنے کی گنجائش تھی[۲]

ابوالحسن البیہقی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے الصاحب بن عباد کے کتب خانے کی فہرست دیکھی تھی فہرست کی دس جلدیں تھیں. حنین بن اسحاق خلیفہ مامون الرشید کے دور میں جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا خلیفہ مامون الرشید ان کتابوں کے وزن کے برابر اس کو سونا عطا کرتا تھا۔

الواثق کی توجہ غیر زبان کی کتابوں کے تراجم پر مرکوز تھی. یحییٰ بن ماسویہ اس کا دستِ راست تھا۔ اور واثق اس پر انعام و اکرام کی بارش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے تین لاکھ درہم عطا کئے۔

محمد بن عبد الملک الزیات کے مترجمین اور کاتبوں کے معاوضہ کا ماہانہ خرچ دو ہزار دینار بتایا جاتا ہے۔

[۱] معجم الادباء جلد ۳ [۲] الخطط صد ۴۰۷ [۳] از تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ۔ ڈاکٹر احمد شلبی

بلند ہمّت
جَوانوں کی پسند
اُجَالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویَر ڈینِم
خوشنما رنگوں میں لیجیَے۔
صَدف شرٹنگ بہت سے پکے رنگوں میں
دستیابُ ہے۔
زِندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
آج جنکے دَم سے رونقؔ اور چہل پہل ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
Asiatic
MFTM-5-77